ماہنامہ
خالد
احمدی نوجوانوں کیلئے
دسمبر 2005ء
مدیر
منصور احمد نورالدین

پاکستان میں آنے والے ہولناک زلزلے کی تباہ کاریوں کے چند مناظر
(8 اکتوبر 2005ء)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
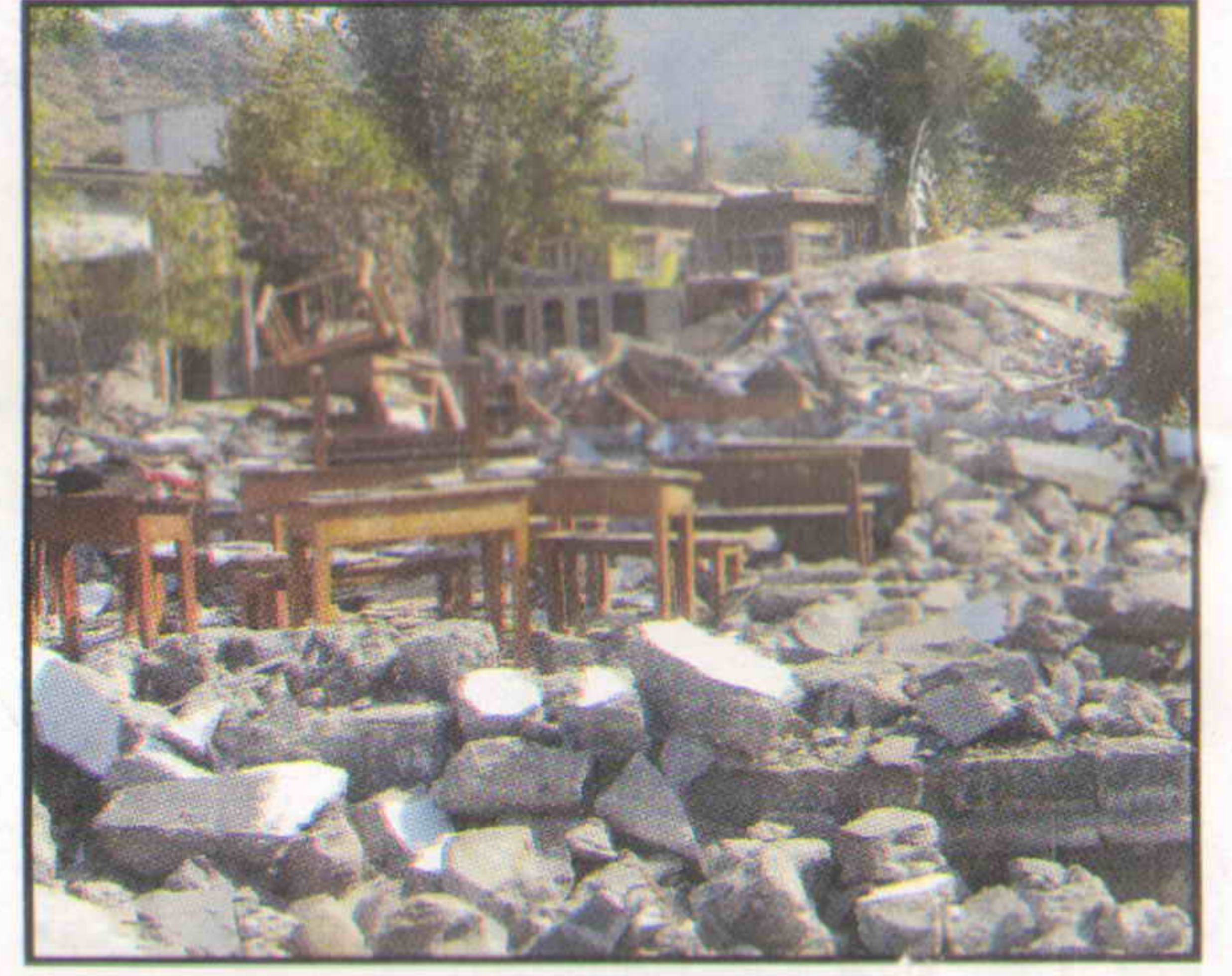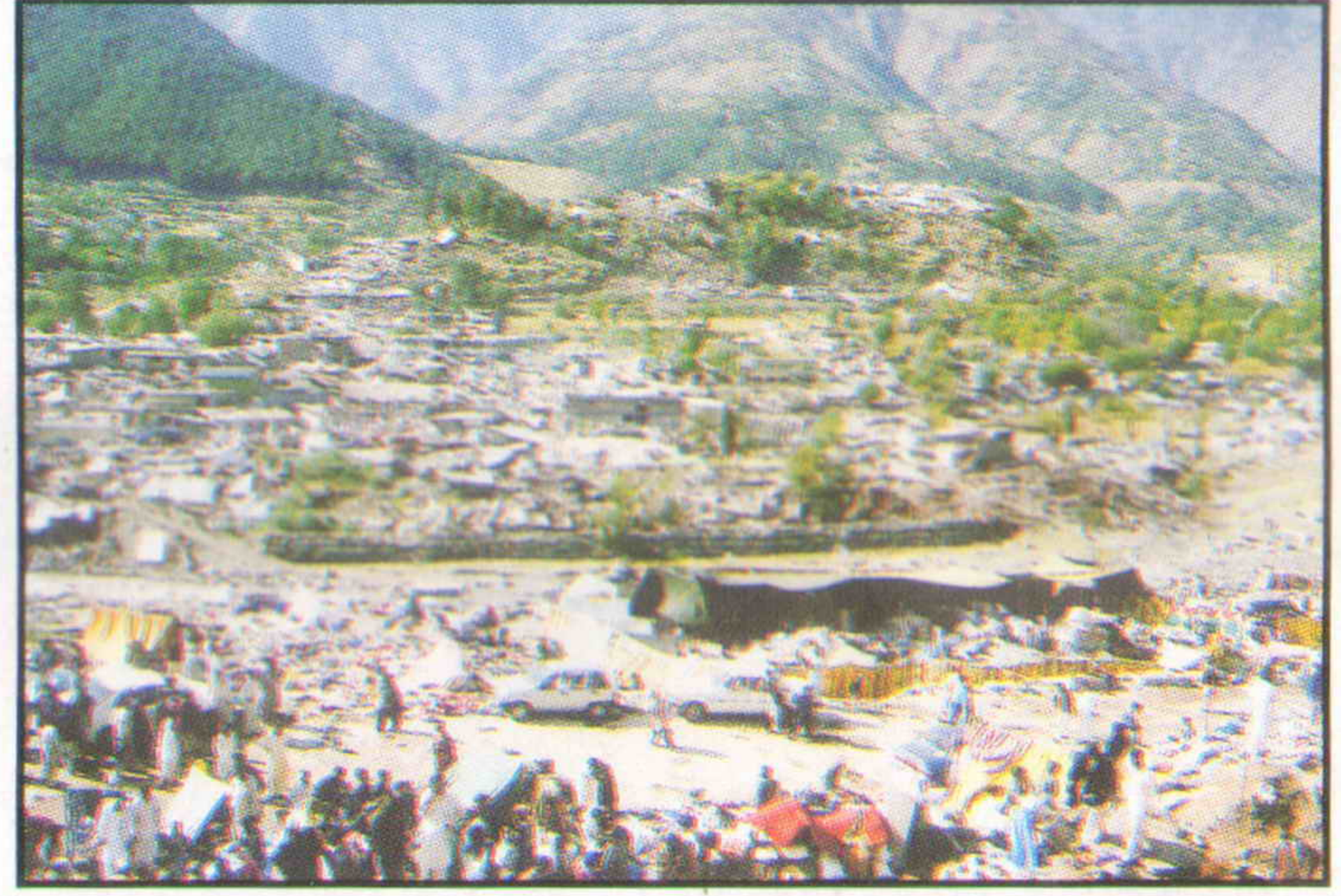
حضور انور کی خدمت اقدس میں مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ پاکستان سال 06-2005ء برائے منظوری پیش کی گئی جس پر

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا یہ ارشاد موصول ہوا

''منظور ہے اللہ تعالیٰ محنت اور وفا کے ساتھ کام کرنے کی توفیق دے ہر لحاظ سے بابرکت فرمائے مرزا مسرور احمد''

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
16-11-05

اللہ تعالیٰ ہمیں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی منشاء کے مطابق کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

خاکسار
سید محمود احمد
صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان

نمبر شمار	شعبہ	نام
1	نائب صدر اوّل	مکرم فرید احمد نوید صاحب
2	نائب صدر دوم	مکرم اکبر احمد صاحب
3	معتمد	مکرم نصیب احمد صاحب
4	مہتمم خدمت خلق	مکرم ڈاکٹر عبد اللہ پاشا صاحب
5	مہتمم تربیت	مکرم مدثر احمد صاحب
6	مہتمم تربیت نو مبائعین	مکرم مرزا فضل احمد صاحب
7	مہتمم مال	مکرم سید سلمان رضی بخاری صاحب
8	مہتمم تعلیم	مکرم حافظ محمد نصر اللہ صاحب
9	مہتمم عمومی	مکرم اسد اللہ غالب صاحب
10	ایڈیشنل مہتمم عمومی	مکرم خواجہ سعادت احمد صاحب
11	مہتمم صحت جسمانی	مکرم مظفر احمد قمر صاحب
12	مہتمم وقار عمل	مکرم مرزا عدیل احمد صاحب
13	مہتمم صنعت و تجارت	مکرم سید محمود احمد صاحب
14	مہتمم تحریک جدید	مکرم سید ناصر داؤد احمد صاحب
15	مہتمم اصلاح و ارشاد	مکرم امین الرحمٰن صاحب
16	مہتمم تجنید	مکرم ڈاکٹر محمد عامر خان صاحب
17	مہتمم امور طلباء	مکرم مشہود احمد صاحب
18	مہتمم اشاعت	مکرم اسفندیار منیب صاحب
19	مہتمم اطفال	مکرم حافظ خالد افتخار صاحب
20	مہتمم مقامی	مکرم حافظ راشد جاوید صاحب
21	محاسب	مکرم افتخار اللہ سیال صاحب
22	معاون صدر	مکرم مشہود احمد ذیشان صاحب
23	معاون صدر	مکرم حافظ محمد ظفر اللہ صاحب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

احمدی نوجوانوں کے لئے

ماہنامہ

خالد

دسمبر 2005ء

فتح 1384ہش

جلد 52

شمارہ نمبر 12

monthlykhalid52@yahoo.com

مدیر

منصور احمد نورالدین

مجلس ادارت

لئیق احمد ناصر چوہدری، عبدالرحمٰن

وقار احمد، سید عطاء الواحد رضوی

اس شمارے میں

کمپوزنگ: اقبال احمد زبیر　پبلشر: قمر احمد محمود　مینیجر: عزیز احمد　پرنٹر: سلطان احمد ڈوگر

مطبع: ضیاء الاسلام پریس چناب نگر (ربوہ)　مقام اشاعت: ایوان محمود دارالصدر جنوبی　قیمت ۱۰ روپے......سالانہ ۱۰۰

Ph: +92 47 6212349 - 6215415 - 6212685　Fax: +92 47 6213091

پیغام

میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

''یادرہے کہ خدا نے مجھے عام طور پر زلزلوں کی خبر دی ہے۔ پس یقیناً سمجھو کہ جیسا کہ پیشگوئی کے مطابق امریکہ میں زلزلے آئے ایسا ہی یورپ میں بھی آئے اور نیز ایشیا کے مختلف مقامات میں آئیں گے اور بعض اُن میں قیامت کا نمونہ ہوں گے اور اس قدر موت ہوگی کہ خون کی نہریں چلیں گی۔ اس موت سے پرند چرند بھی باہر نہیں ہوں گے اور زمین پر اس قدر سخت تباہی آئے گی کہ اس روز سے کہ انسان پیدا ہوا ایسی تباہی کبھی نہیں آئی ہوگی اور اکثر مقامات زیروزبر ہو جائیں گے کہ گویا اُن میں کبھی آبادی نہ تھی۔ اور اس کے ساتھ اور بھی آفات زمین و آسمان میں ہولناک صورت میں پیدا ہوں گی۔ یہاں تک کہ ہر ایک عقلمند کی نظر میں وہ باتیں غیر معمولی ہو جائیں گی اور ہیئت اور فلسفہ کی کتابوں کے کسی صفحہ میں اُن کا پتہ نہیں ملے گا۔ تب انسانوں میں اضطراب پیدا ہوگا کہ یہ کیا ہونے والا ہے۔ اور بہتیرے نجات پائیں گے اور بہتیرے ہلاک ہو جائیں گے۔ وہ دن نزدیک ہیں بلکہ میں دیکھتا ہوں کہ دروازے پر ہیں کہ دنیا ایک قیامت کا نظارہ دیکھے گی اور نہ صرف زلزلے بلکہ اور بھی ڈرانے والی آفتیں ظاہر ہوں گی کچھ آسمان سے اور کچھ زمین سے۔ یہ اس لئے کہ نوع انسان نے اپنے خدا کی پرستش چھوڑ دی ہے اور تمام دل اور تمام ہمت اور تمام خیالات سے دنیا پر ہی گر گئے ہیں۔ اگر میں نہ آیا ہوتا تو ان بلاؤں میں کچھ تاخیر ہو جاتی پر میرے آنے کے ساتھ خدا کے غضب کے وہ مخفی ارادے جو ایک بڑی مدت سے مخفی تھے ظاہر ہو گئے جیسا کہ خدا نے فرمایا...... اور توبہ کرنے والے امان پائیں گے اور وہ جو بلا سے پہلے ڈرتے ہیں ان پر رحم کیا جائے گا۔ کیا تم خیال کرتے ہو کہ تم ان زلزلوں سے امن میں رہو گے یا تم اپنی تدبیروں سے اپنے تئیں بچا سکتے ہو؟ ہرگز نہیں۔ انسانی کاموں کا اُس دن خاتمہ ہوگا۔ یہ مت خیال کرو کہ امریکہ وغیرہ میں سخت زلزلے آئے اور تمہارا ملک اُن سے محفوظ ہے۔ مَیں تو دیکھتا ہوں کہ شاید اُن سے زیادہ مصیبت کا منہ دیکھو گے۔

اے یورپ تو بھی امن میں نہیں اور اے ایشیا تو بھی محفوظ نہیں۔ اور اے جزائر کے رہنے والو! کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کرے گا۔ میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں۔ وہ واحد یگانہ ایک مدت تک خاموش رہا اور اُس کی آنکھوں کے سامنے مکروہ کام کئے گئے اور وہ چپ رہا مگر اب وہ ہیبت کے ساتھ اپنا چہرہ دکھلائے گا جس کے کان سننے کے ہوں سنے کہ وہ وقت دور نہیں۔ مَیں نے کوشش کی کہ خدا کی امان کے نیچے سب کو جمع کروں پر ضرور تھا کہ تقدیر کے نوشتے پورے ہوتے۔ مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس ملک کی نوبت بھی قریب آتی جاتی ہے۔ نوح کا زمانہ تمہاری آنکھوں کے سامنے آجائے گا اور لوط کی زمین کا واقعہ تم بچشم خود دیکھ لو گے۔ مگر خدا غضب میں دھیما ہے توبہ کرو تا تم پر رحم کیا جائے جو خدا کو چھوڑتا ہے وہ ایک کیڑا ہے نہ کہ آدمی۔ اور جو اُس سے نہیں ڈرتا وہ مردہ ہے نہ کہ زندہ''۔

(روحانی خزائن، حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۶۸، ۲۶۹)

●●●●●●●●●●●●●●●●

درسِ توحید

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منظوم کلام

وہ دیکھتا ہے غیروں سے کیوں دِل لگاتے ہو

جو کچھ بتوں میں پاتے ہو اُس میں وُہ کیا نہیں

سُورج پہ غور کر کے نہ پائی وُہ روشنی

جب چاند کو بھی دیکھا تو اُس یار سا نہیں

واحدِ لاشریک ہے اور لازوال ہے

سب مَوت کا شِکار ہیں اُس کو فنا نہیں

اِس جائے پُر عذاب سے کیوں دِل لگاتے ہو

دوزخ ہے یہ مقام یہ بُستاں سرا نہیں

(رسالہ تشحیذ الاذہان ماہ دسمبر 1908ء)

○○○

سیرۃ النبی ﷺ

مطہر اور طیب وجود صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت اقدس محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مطہر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک تحریر

''اُس خدا کے لئے تمام تعریفیں ہیں جس نے تمام چیزوں کو پیدا کیا۔ اور ہر ایک چیز میں ایک قسم کی خوبصورتی رکھی۔ اُس نے انسانوں کے نفسوں کو اپنے لئے بنایا۔ اور اپنی ذات کے ساتھ اُن کی بے آرامی کو دور کیا۔ اور جو کچھ بنایا نہایت استوار اور خوب اور نئی طرز کا اور محکم بنایا اور سورج کو روشن کیا اور چاند کو چمکایا۔ اور انسان کو عزت اور شرف اور مرتبہ بخشا۔ اور اُس کے رسول اُمی پر درود اور سلام ہو جس کا نام محمد اور احمد ہے۔ یہ دونوں نام اس کے وہ ہیں کہ جب حضرت آدم کے سامنے تمام چیزوں کے نام پیش کئے گئے تھے تو سب سے اوّل یہی دو نام پیش ہوئے تھے کیونکہ اس دنیا کی پیدائش میں وہی دو نام علت غائی ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کے علم میں وہی اشرف اور اقدم ہیں۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بوجہ ان دونوں ناموں کے تمام انبیاء علیہم السلام سے اوّل درجہ پر ہیں اور بباعث اس کے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر تمام نبوت کے علم ختم ہو گئے اور آپ پر کامل اور جامع طور پر وحی نازل کی گئی۔ اور آخری معارف اور وہ سب کچھ جو پہلوں اور پچھلوں کو دیا گیا تھا آپ کو عطا ہوا۔ ان تمام وجوہ سے آپ خاتم الانبیاء ٹھیرے اور ہر ایک سفید اور سیاہ کی طرف آپ کو بھیجا۔ اور ہر ایک اندھے اور بہرے اور گونگے کی اصلاح کے لئے آپ کو پسند فرمایا اور خدا تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کے عطر سے اس قدر آنجناب کو معطر کیا کہ اس سے پہلے کوئی نبی اور رسول نہیں کیا گیا۔ خدا نے اپنے پاس سے آپ کو علم دیا اور اپنے پاس سے فہم عطا کیا اور اپنے پاس سے معرفت بخشی۔ اور اپنے پاس سے پاک کیا اور اپنے پاس سے ادب سکھلایا اور برگزیدگی کے پانی سے اپنے پاس سے نہلایا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اُس خدا کی تعریف کرنا واجب ہو گیا جو اس کے ہر ایک کام کا آپ متکفل ہوا۔ اور اپنی پناہ کی چادر کے نیچے جگہ دی۔ اور ہر ایک کام آنحضرتؐ کا اپنی توجہ خاص سے بغیر توسط استادوں اور باپوں اور امیروں کے بنایا۔ اور اپنے پاس سے اُس پر ہر ایک قسم کی نعمت پوری کی۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح نے خدائے تعالیٰ کی وہ تعریف کی جو کوئی فکر اُس کے بھیدوں تک نہیں پہنچ سکتا اور کوئی آنکھ اُس کے نوروں کی حدود کو پا نہیں سکتی۔ اور اس نے خدا کی تعریف کو کمال تک پہنچایا یہاں تک کہ اس کے ذکروں میں گم اور فنا ہو گیا اور اس کے اس قدر تعریف کرنے اور خدائے تعالیٰ کو صاحب تعریف ٹھیرانے کا سِر یہ تھا کہ خدا تعالیٰ نے متواتر اور پیاپے اس پر اپنے فضل نازل کئے اور وہ عنایت اس کے شامل حال کی جس نے ایک طرفۃ العین بھی اس کو اپنی کوشش اور سعی کا محتاج نہ کیا۔ یہاں تک کہ وجہ اللہ نے اس کے دل کو چیر کر اپنا دخل اُس میں کیا۔ اور اپنی محبت میں اُس کو یگانہ بنایا۔ پس اُس محسن کی تعریف کے لئے اُس کے دل نے جوش مارا اور خدا تعالیٰ

کی تعریف اُس کی دلی مراد ہوگئی۔ اور یہ وہ مرتبہ ہے کہ بجز اُس کے کسی کو رسولوں اور نبیوں اور ابدالوں اور ولیوں میں سے عطا نہیں ہوا۔ کیونکہ ان لوگوں نے اپنے بعض معارف اور علوم اور نعمتیں بتوسط عالموں اور باپوں اور احسان کرنے والوں کے پائی تھیں۔ مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ پایا جناب الٰہی سے پایا۔ اور جو کچھ اُن کو ملا اُسی چشمۂ سے فضل اور عطاء سے ملا۔ پس دوسروں کے دل حمد الٰہی کے لئے ایسے جوش میں نہ آسکے جیسا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دل جوش میں آیا۔ کیونکہ اُن کے ہر ایک کام کا خدا ہی متولی تھا۔ پس اسی وجہ سے کوئی نبی یا رسول پہلے نبیوں اور رسولوں میں سے احمد کے نام سے موسوم نہیں ہوا کیونکہ اُن میں سے کسی نے خدا کی توحید اور ثنا ایسی نہیں کی جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور ان کی نعمتوں میں سے انسان کے ہاتھ کی ملونی تھی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح اُن کو تمام علوم بے واسطہ نہیں دیئے گئے تھے اور ان کے تمام امور کا بلاواسطہ خدا متولی نہیں ہوا اور نہ تمام امور میں بے واسطہ ان کی تائید کی گئی۔ پس کامل طور پر بجز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی مہدی نہیں اور نہ کامل طور پر بجز آنجناب کے کوئی احمد ہے۔ اور یہ وہ بھید ہے جس کو محض ابدال کے دل سمجھتے ہیں اور کوئی دوسرا سمجھ نہیں سکتا۔ اور پر جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریفیں اس وجہ سے تھیں کہ انہوں نے خدا تعالیٰ کو اختیار کر لیا تھا اور ہوا و نفس سے الگ ہو کر خدا کی طرف متوجہ ہوگئے تھے اور اخلاص اور صدق اور توحید سے اس کی طرف دوڑے تھے۔ سو خدا نے وہ تعریفیں بطور انعام کے ان کی طرف واپس کردیں۔ اور تمام یگانہ صدیقوں سے اس کی یہی عادت ہے کہ وہ حامد کو محمود بنا دیتا ہے۔ پس ہمارا نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم زمین و آسمان میں تعریف کیا گیا اور اس قصے میں پرستاروں کے لئے یاد رکھنے کی بات ہے۔ اور خدا کے ثنا خوانوں کو اس میں بشارت ہے کیونکہ خدا تعریف کرنے والے کی تعریف کو اسی کی طرف رد کر دیتا ہے۔ اور اس کو قابل تعریف ٹھیرا دیتا ہے۔ پس وہ دنیا میں تعریف کیا جاتا ہے اور اس کی قبولیت زمین پر پھیلائی جاتی ہے۔ پس ہر ایک جو نیک طینت ہے اس کی تعریف کرتا ہے۔ اور یہی عبودیت کی حقیقت کا کمال اور پاک نفسوں کا انجام کار ہے اور اس مقام کو کوئی شخص بجز صاحب معرفت کے نہیں پہچانتا۔ اور یہی نوع انسان کی غایت اور عبادتوں کا کمال مطلوب ہے۔ یہی وہ امر ہے جو اولیاء کی امیدوں کا منتہی اور طالبوں کے سلوک کے ختم ہونے کی جگہ ہے۔ اور اسی کے ساتھ عنایت الٰہی برگزیدوں کے نفوس کو مکمل کرتی ہے اور یہی شریعت کے بوجھوں کا مغز اور مجاہدات دینی کا نتیجہ ہے اور یہ ان امور کا بھید ہے جو حضرت جبریل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لائے۔ پس اُس نبی پر سلام اور برکتیں اور درود اور تحیت ہوں۔ اسی امر مذکور کے لئے مجاہدہ کرنے والے کوشش کرتے ہیں۔ اور نیز وہ جو خدا کی طرف منقطع ہوتے اور اس کی محبت کے خیموں میں رہتے ہیں اور اُسی کے ساتھ زندہ اور اُسی کے لئے مرتے ہیں اور اُس پر توکل کرتے ہیں۔ اور دل کی سچائی سے اس کی اطاعت اختیار کرتے ہیں۔ اور رواں آنسوؤں کے ساتھ اس کی حکم کی پیروی کرتے ہیں اور اس کی رضامندی کی راہوں میں فنا ہوتے ہیں۔ اور اس کے غموں میں گداز ہوتے اور اس کے انس کے ساتھ بقا پاتے ہیں۔ اور اس کے لئے رات کو خوابگاہوں سے علیحدہ ہوتے اور اس کی بندگی کرتے ہیں۔ اور قیام اور سجود میں رات

کاٹتے ہیں اور غفلت نہیں کرتے۔ اور بے آرامی ان کو پکڑتی ہے پس اپنے دوست کو یاد کر کے روتے ہیں اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں اور رات کے وقتوں میں فریاد کرتے اور آہیں مارتے ہیں۔ کوئی نہیں جانتا کہ کس طرف کھینچے جاتے اور پھیرے جاتے ہیں۔ اُن پر مصیبتیں پڑتی ہیں اور وہ برداشت کرتے ہیں۔ آگ میں داخل کئے جاتے ہیں۔ پس کہا جاتا ہے کہ سلام پس بچالئے جاتے ہیں۔ وہی سچے ثناخوان اور خدا کے مقرب اور ہم راز ہیں اور ان کو خوشخبری ہو اور ان کے ہم صحبتوں کو کیونکہ وہ شفاعت کرنے والے اور شفاعت قبول کئے گئے ہیں۔ اور یہ وہ مرتبہ ہے جو بجز درگاہ کے پیاروں کے اور کسی کو نہیں ملتا اور اسی کے بیان کے لئے اسلام آیا ہے تا کہ نقصان کے گڑھے سے لوگوں کو نکالے اور تقدس کے احاطے میں پہنچاوے۔ اور سعادت کے مقام تک رہبری کرے۔ اور غافلوں کو اس دھمکی سے کوفتہ کرے کہ قطع تعلق کی کاردیں تیار ہیں۔ اور تجھے کیا خبر ہے کہ حمد کہتے کس کو ہیں اور کیوں اس کا بلند پایہ ہے۔ اور اُس کی عظمت سمجھنے کے لئے تجھے یہ کافی ہے کہ خدا نے قرآن شریف کی تعلیم کو حمد سے ہی شروع کیا ہے تا لوگوں کو حمد کے مقام کی بلندی سمجھاوے جو کسی دل میں سے بجز گدازش اور محویت کے جوش نہیں مارسکتی۔ اور اسی وقت متحقق ہوتی ہے جب کہ مارِ نفس امارہ کچلا جائے۔ اور نفسانی چولہ اتار لیا جائے۔ اور یہ حمد کسی زبان پر جاری نہیں ہوسکتی بجز اس کے کہ پہلے دل میں محبت کی آگ بھڑکے۔ بلکہ یہ وجود پذیر ہی نہیں ہوسکتی جب تک کہ غیر کا نام ونشان بکلی زائل نہ ہو جائے اور پیدا نہیں ہوسکتی جب تک کہ ایک شخص آتش محبت معبود حقیقی میں جل نہ جائے۔ اور جو شخص اس آگ میں اپنے تئیں ڈال دے پس وہی اپنے دردمند دل اور اس سر سے جو خدا میں محو ہے خدا کی تعریف کرے گا۔ اور وہ وہی شخص ہے جس کو آسمان میں احمد کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اور قریب کیا جاتا ہے۔ اور عزت کے گھر اور قصارۃ الدار میں داخل کیا جاتا ہے اور وہ عظمت اور جلال کا گھر ہے جو بطور استعارہ کہہ سکتے ہیں کہ خدا نے اس کو اپنی ذات کے لئے بنایا اور پھر اس گھر کو بطور مستعار اس کو دے دیتا ہے جو اُس کی ذات کا ثناخوان ہو۔ پس یہ شخص زمین وآسمان میں خدا تعالیٰ کے حکم کے ساتھ تعریف کیا جاتا ہے اور آسمانوں اور زمین میں محمد کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ جس کے یہ معنے ہیں کہ بہت تعریف کیا گیا۔ اور یہ دونوں اسم ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ابتداء دنیا سے وضع کئے گئے ہیں پھر بعد اس کے اُس شخص کو بطور مستعار دیئے جاتے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بطور اظلال وآثار ہو اور جس شخص کو ان دونوں ناموں سے ایک چنگاری دی گئی تو اُس کا دل کئی قسم کے نوروں سے روشن کیا گیا۔ اور رسول مختار کے لب مبارک پر جاری ہوا تھا کہ خدا تعالیٰ آخری زمانہ میں ایک اپنے بندے میں یہ دونوں صفتیں جمع کر دے گا جیسا کہ حدیثوں میں وارد ہے۔ پس اے دانشمندو! ان حدیثوں کو پڑھو اور سوچو۔

............پس اے خدا! اس نبی پر سلام اور درود بھیج اور اس کے آل پر جو مطہر اور طیب ہیں اور اس کے اصحاب پر جو دن کے میدانوں کے شیر اور راتوں کے راہب ہیں اور دین کے ستارے ہیں۔ خدا کی خوشنودی ان سب کے شامل حال ہے"۔

(روحانی خزائن جلد ۱۴ انجم الہدیٰ صفحہ ۱ تا ۱۷)

●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●

مشعل راہ

لغویات سے پرہیز

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ۱۶ر ستمبر ۲۰۰۵ء (بمقام گوٹن برگ) کے خطبہ جمعہ میں فرماتے ہیں:۔

اے لوگو! عبادت کرو اپنے رب کی جس نے تم کو پیدا کیا اور ان کو جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔ (البقرہ:۲۲)

''ہر احمدی کا جو پہلا مقصد ہونا چاہیے وہ اللہ تعالیٰ کو حاصل کرنا ہے۔ اور اس کے لئے سب سے بنیادی چیز اس کی عبادت ہے۔ جو آیت میں نے شروع میں تلاوت کی ہے، ترجمہ بھی آپ نے سن لیا ہے، اس میں خدا تعالیٰ نے ہمیں اپنی عبادت کا حکم دیا ہے۔ اور بڑے واضح الفاظ میں یہ بتا کر نصیحت فرمائی ہے کہ وہ خدا ہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا ہے، وہ تمہارا رب ہے، اس نے پیدا کرنے کے بعد تمہارے لئے سامان بھی میسر فرمائے ہیں۔ اس نے تم سے پہلوں کو بھی پیدا کیا تھا، ان کی بھی پرورش کی تھی۔ پس اس احسان پر کہ تمہیں اس نے پیدا کیا، شکر گزاری کے طور پر تمہیں چاہیے کہ اس کی عبادت کرو، اور یہ عبادت بھی تمہیں تقویٰ میں بڑھائے گی اور جب تقویٰ میں بڑھو گے تو خدا کا مزید قرب حاصل کرنے والے بنو گے اور اس کے فضلوں کے وارث بنو گے۔ کیونکہ تم اپنے اس رب کی عبادت کر رہے ہو جس نے تمہیں پیدا کیا ہے اور تمام مخلوق کو بھی پیدا کیا ہے۔ وہ خدا رب العالمین ہے، تمام عالم کو پیدا کرنے والا ہے، تو جو خدا اس کائنات کی ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے اس سے دور جا کر تم کس طرح فائدہ اٹھا سکتے ہو، کس طرح زندگیاں گزار سکتے ہو۔ اگر تم حقیقت میں اس کے سامنے جھکنے والے بنو گے تو وہ علاوہ تمہیں تقویٰ میں بڑھانے کے اپنا قرب حاصل کرنے والا بنانے کے، تمہیں رزق بھی ایسے ایسے ذریعوں سے دے گا جن کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے (......) اور جو شخص اللہ کا تقویٰ اختیار کرے گا۔ اللہ اس کے لئے کوئی نہ کوئی راستہ نکال دے گا۔ (الطلاق:۳) اور اس کو وہاں سے رزق دے گا جہاں سے اس کو رزق آنے کا خیال بھی نہیں ہو گا۔ پس اللہ تعالیٰ کے پیار کو حاصل کرنے کے لئے تقویٰ ضروری ہے تاکہ پیار حاصل کرنے کے بعد یہ نعمتیں ملیں اور

تقویٰ حاصل کرنے کے لئے خدا تعالیٰ نے ہمیں بتایا جیسا کہ پہلے بھی واضح ہو گیا کہ میں ہی تمہارا رب ہوں، تمہیں رزق بھی دیتا ہوں، تمہیں پالنے کے سامان بھی پیدا کرتا ہوں۔ اور تمہاری ضروریات بھی پوری کرتا ہوں۔ اور تمام کائنات کا پیدا کرنے والا بھی ہوں۔ یہ تمام کائنات جو ہے میرے ایک اشارے پر حرکت کرنے والی ہے۔ ذرا سا اس کائنات کا بیلنس (Balance) خراب ہو جائے تو تباہی و بربادی آ جائے۔ پس فرمایا کہ میری عبادت کرو۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس مضمون کو یعنی یہ بتانے کے لئے کہ اپنے ربّ کی عبادت کرو، اس طرح بیان فرماتے ہیں۔ فرمایا کہ: ”اے لوگو! اس خدا کی پرستش کرو جس نے تم کو پیدا کیا“۔

پھر فرمایا: ”عبادت کے لائق وہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا“۔ یعنی زندہ رہنے والا وہی ہے، اسی سے دل لگاؤ۔

فرمایا: ”پس ایمانداری تو یہی ہے کہ خدا سے خاص تعلق رکھا جائے اور دوسری سب چیزوں کو اس کے مقابلہ میں ہیچ سمجھا جائے اور جو شخص اولاد کو یا والدین کو یا کسی اور چیز کو ایسا عزیز رکھے کہ ہر وقت انہی کا فکر رہے تو وہ بھی ایک بت پرستی ہے“۔ فرمایا کہ: ”بت پرستی کے یہی تو معنی نہیں کہ ہندوؤں کی طرح بت لے کر بیٹھ جائے اور اس کے آگے سجدہ کرے۔ حد سے زیادہ پیار و محبت بھی عبادت ہی ہوتی ہے“۔ پھر آپؑ فرماتے ہیں: ”جب انتہا درجہ تک کسی کا وجود ضروری سمجھا جاتا ہے تو وہ معبود ہو جاتا ہے اور یہ صرف خدا تعالیٰ ہی کا وجود ہے جس کا کوئی بدل نہیں۔ کسی انسان یا اور مخلوق کے لئے ایسا نہیں کہہ سکتے“۔

(تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام، سورۃ البقرۃ۔ آیت 22-23)

پس کسی سے بھی ضرورت سے زیادہ محبت یا اپنے کسی کام میں بھی ضرورت سے زیادہ غرض ہونا اس حد تک Involve ہو جانا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی ہوش ہی نہ رہے، یہ شرک ہے۔ کاروباری آدمی ہے یا ملازمت پیشہ ہے۔ اگر نمازوں کو بھول کر ہر وقت صرف اپنے کام کی، پیسہ کمانے کی فکر ہی رہے تو یہ بھی شرک ہے۔ نوجوان اگر کمپیوٹر یا دوسری کھیلوں وغیرہ یا مصروفیات میں لگے ہوئے ہیں جس سے وہ اللہ کی عبادت کو بھول رہے ہیں تو یہ بھی شرک ہے۔ پھر گھروں میں بعض ظاہری شرک بھی غیر محسوس طریقے سے چل رہے ہوتے ہیں، اس کا احساس نہیں ہوتا۔ ایک طرف تو احمدی کہلاتے ہیں گو یہ بہت کم احمدی گھروں میں ہے جبکہ دوسرے لوگوں میں بہت زیادہ لیکن پھر بھی ایک آدھے گھر میں بھی کیوں ہو۔ ایسے گھروں میں بعض دفعہ ایسی فلمیں دیکھ رہے

”کسی سے بھی ضرورت سے زیادہ محبت یا اپنے کسی کام میں بھی ضرورت سے زیادہ غرض ہونا اس حد تک Involve ہو جانا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی ہوش ہی نہ رہے، یہ شرک ہے“۔

ہوتے ہیں جن میں گند اور غلاظت کے علاوہ دیویؤں اور دیوتاؤں کی پوجا کو دکھایا جارہا ہوتا ہے۔ پھران مورتیوں کو جو پوجنے والے ہیں یہ لوگ اپنے گھروں میں ان چیزوں کو رکھتے ہیں، شیلفوں میں سجا کر رکھا ہوتا ہے یا بعض خاص جگہ پر رکھا ہوتا ہے۔ تو ڈراموں میں دیکھ دیکھ کر، ان کے دیکھا دیکھی بعض اپنے گھروں میں بھی ان مورتیوں کو سجا لیتے ہیں۔ بازار میں ملنے لگ گئی ہیں کہ سجاوٹ کر رہے ہیں۔ اپنے گھروں میں ڈرائنگ رومز وغیرہ میں شیلفوں میں رکھ لیتے ہیں۔ تو پھران فلموں کو دیکھنے کی وجہ سے آہستہ آہستہ یہ احساس ختم ہو جاتا ہے۔ ان مورتیوں کو گھروں میں رکھنے کی وجہ سے، چاہے سجاوٹ کے طور پر ہی ہوں، احساس مرجاتا ہے۔ اور اگر کسی گھر میں عبادتوں میں سستی ہے، نمازوں میں سستی ہے تو ایسے گھروں میں پھر بڑی تیزی سے گراوٹ کے سامان پیدا ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ پس ہر احمدی کو نہ صرف ان لغویات سے پرہیز کرنا ہے بلکہ اپنی عبادتوں کے معیار کو بھی اوپر لے کر جانا ہے۔ ہم ہر نماز میں (ایاک نعبدو ایاک نستعین) کی دعا مانگتے ہیں کہ اے خدا ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں یا تیری ہی عبادت کرنا چاہتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں کہ ہمیں عبادت کرنے والا بنا۔ اور جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والا ہے یقیناً اسکو ہر قسم کے شرک سے پاک ہونا چاہیے۔ پس اس لحاظ سے بھی ہر احمدی کو اپنے دل کو ٹٹولنا چاہے کہ ایک طرف تو ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والا بننے کی خدا تعالیٰ سے دعا مانگ رہے ہیں دوسری طرف دنیا داری کی طرف ہماری نظر اس طرح ہے کہ ہم اپنی نمازیں تو چھوڑ دیتے ہیں لیکن اپنے کام کا حرج نہیں ہونے دیتے۔ اللہ تعالیٰ تو کہتا ہے کہ میں رازق ہوں اور اپنی عبادت کرنے والوں کے لئے رزق کے راستے کھولتا ہے۔ لیکن ہم منہ سے تو یہ کہتے ہیں کہ یہ بات سچ ہے، حق ہے لیکن ہمارے عمل اس کے الٹ چل رہے ہیں۔

اس وقت جب ایک طرف نماز بلا رہی ہو اور دوسری طرف دنیا کا لالچ ہو، مالی منفعت نظر آ رہی ہو تو ہم میں سے بعض رالیں ٹپکاتے ہوئے مال کی طرف دوڑتے ہیں۔ اس وقت یہ دعوے کھوکھلے ہوں گے کہ ہم ایک خدا کی عبادت کرنے والے ہیں۔ پس جماعت کے ہر طبقے، عورت، مرد، بچے، بوڑھے، جوان، ہر ایک کو اپنا اپنا جائزہ لینا چاہیے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مان کر کیا روحانی تبدیلی ہم میں پیدا ہوئی ہے۔ کیا ہماری عبادتوں کے معیار بڑھے ہیں یا وہیں کھڑے ہیں یا گر رہے ہیں، کہیں کمی تو نہیں آ رہی۔ جب ہر کوئی خود اس نظر سے اپنے جائزے لے گا تو انشاء اللہ عبادتوں کے معیار میں یقیناً بہتری پیدا ہوگی۔

(الفضل انٹرنیشنل 7/ اکتوبر تا 13/ اکتوبر 2005ء)

پھولوں میں پھول تیرے ہی رخ کا گلاب تھا

زندانِ ہجر میں کوئی روزن نہ باب تھا
وہ حبس تھا کہ سانس بھی لینا عذاب تھا

ہم جی رہے تھے تیری ہی رحمت کی گود میں
سایہ فگن ترے ہی کرم کا سحاب تھا

تیری عنایتوں کی نہ تھی کوئی انتہا
میری خطاؤں کا بھی نہ کوئی حساب تھا

تیرے ہی نور سے تھیں منور صداقتیں
تو ہی تھا ماہتاب، تو ہی آفتاب تھا

خوشبوؤں میں بھی تیری ہی خوشبو تھی دلنواز
پھولوں میں پھول تیرے ہی رخ کا گلاب تھا

نیکی ترے بغیر گناہِ عظیم تھی
لمحہ جو تیری یاد میں گذرا ثواب تھا

تو ہی تھا وہ سوال جو اکثر کِیا گیا
تو ہی تھا وہ جواب کہ جو لاجواب تھا

اے حسنِ تام! علم بھی تو تھا، عمل بھی تو
لوح و قلم بھی تو ہی تھا، تو ہی کتاب تھا

صبحِ ازل مشیتِ یزداں تھی دیدنی
جس صبح بزمِ کُن میں ترا انتخاب تھا

اوّل بھی تو، اخیر بھی تو، تو ہی درمیاں
تو تھا پسِ نقاب، تو پیشِ نقاب تھا

کام آ گئی غریب کے مدحت حضورؐ کی
مضطرؔ کا آج کہتے ہیں یوم الحساب تھا

(مکرم چوہدری محمد علی صاحب ایم اے)

سبق آموز واقعات

(مرتبہ: لئیق احمد ناصر چوہدری)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا نصیحت فرمانے کا ایک انداز یہ تھا کہ آپ علیہ السلام موقعہ کی مناسبت سے اپنی نصائح میں بعض سبق آموز، دل کو موہ لینے والے واقعات بیان فرمایا کرتے تھے۔ ذیل میں قارئین خالد کے استفادہ کے لئے ان میں سے چند ایک درج کئے گئے ہیں۔ مدیر

دنیا کا انجام

''شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے کیا عمدہ واقعہ بیان کیا ہے کہ دو شخص آپس میں سخت عداوت رکھتے تھے۔ ایسا کہ وہ اس بات کو بھی ناگوار رکھتے تھے کہ ہر دو ایک آسمان کے نیچے ہیں۔ ان میں سے ایک قضائے کار فوت ہو گیا۔ اس سے دوسرے کو بہت خوشی ہوئی۔ ایک روز اس کی قبر پر گیا اور اس کو اکھاڑ ڈالا تو کیا دیکھتا ہے کہ اس کا نازک جسم خاک آلود ہے اور کیڑے اس کو کھا رہے ہیں۔ ایسی حالت دیکھ کر دُنیا کے انجام کا نظارہ اس کی آنکھوں کے آگے پھر گیا اور اس پر سخت رقت طاری ہوئی اور اتنا رویا کہ اس کی قبر کی مٹی کو تر کر دیا اور پھر اس کی قبر کو درست کرا کر اس پر لکھوایا۔

مکن شادمانی بمرگِ کسے
کہ دہرت پس ازوے نماند بسے''

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۱۷۰)

نفع ونقصان

''اگر دشمن مر بھی جاوے تو کیا اور زندہ رہے تو کیا؟ نفع ونقصان کا پہنچانا خدا تعالیٰ کے قبضہ واختیار میں ہے۔ کوئی شخص کسی کو کوئی گزند نہیں پہنچا سکتا۔ سعدی اور گلستان میں ایک حکایت لکھی ہے کہ نوشیرواں بادشاہ کے پاس کوئی شخص خوشخبری لے کر گیا کہ تیرا فلاں دشمن مارا گیا ہے اور اس کا ملک اور قلعہ ہمارے قبضہ میں آ گیا ہے۔ نوشیرواں نے اس کا کیا اچھا جواب دیا۔

مرا بمرگ عدو جائے شادمانی نیست
کہ زندگانی ما نیز جاودانی نبست''

(ملفوظات جلد نمبر ا صفحہ ۲۳۸)

یار کو یاد کرنا اور پھر گن گن کر؟

''ایک عورت کا قصہ مشہور ہے کہ وہ کسی پر عاشق تھی۔ اُس نے ایک فقیر کو دیکھا کہ وہ تسبیح ہاتھ میں لئے ہوئے پھیر رہا ہے۔ اس عورت نے اُس سے پوچھا کہ تو کیا کر رہا ہے اُس نے کہا کہ مَیں اپنے یار کو یاد کرتا ہوں۔ عورت نے کہا کہ یار کو یاد کرنا اور پھر گن گن کر؟

درحقیقت یہ بات بالکل سچی ہے کہ یار کو یاد کرنا ہو تو پھر گن گن کر کیا یاد کرنا ہے اور اصل بات یہی ہے کہ جب تک ذکرِ الٰہی کثرت سے نہ ہو وہ لذت اور ذوق جو اس ذکر میں رکھا گیا ہے حاصل نہیں ہوتا''۔

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ ۱۴)

حضرت علیؓ کا ایک سبق آموز واقعہ

''لکھا ہے کہ حضرت علیؓ کا ایک کافر پہلوان کے ساتھ جنگ شروع ہوا۔ بار بار آپ اس کو قابو کرتے تھے وہ قابو سے نکل جاتا تھا۔ آخر اس کو پکڑ کر اچھی طرح سے جب قابو کیا اور اس کی چھاتی پر سوار ہو گئے اور قریب تھا کہ خنجر کے ساتھ اس کا کام تمام کر دیتے کہ اس نے نیچے سے آپ کے منہ پر تھوک دیا۔ جب اس نے ایسا فعل کیا تو حضرت علیؓ اس کی چھاتی سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور اس کو چھوڑ دیا اور الگ ہو گئے۔ اس پر اُس نے تعجب کیا اور حضرت علی سے پوچھا کہ آپ نے اس قدر تکلیف کے ساتھ پکڑا۔ اور میں آپ کا جانی دشمن ہوں اور خون کا پیاسا ہوں پھر باوجود ایسا قابو پا چکنے کے آپ نے مجھے اب چھوڑ دیا۔ یہ کیا بات ہے؟ حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ بات یہ ہے کہ ہماری تمہارے ساتھ کوئی ذاتی عداوت نہیں چونکہ تم دین کی مخالفت کے سبب مسلمانوں کو دکھ دیتے ہو اس واسطے تم واجب القتل ہو اور میں محض دینی ضرورت کے سبب تم کو پکڑتا تھا۔ لیکن جب تم نے میرے منہ پر تھوک دیا اور اس میں مجھے غصہ آیا تو میں نے خیال کیا کہ یہ اب نفسانی بات درمیان میں آ گئی ہے اب اس کو کچھ کہنا جائز نہیں تا کہ ہمارا کوئی کام نفس کے واسطے نہ ہو۔ جو ہو سب اللہ تعالیٰ کے واسطے ہو۔ جب میری اس حالت میں تغیر آئے گا اور یہ غصہ دور ہو جائے گا تو پھر وہی سلوک تمہارے ساتھ کیا جائے گا۔ اس بات کو سن کر کافر کے دل پر ایسا اثر ہوا کہ تمام کفر اس کے دل سے خارج ہو گیا اور اس نے سوچا کہ اس سے بڑھ کر اور کونسا دین دنیا میں اچھا ہو سکتا ہے جس کی تعلیم کے اثر سے انسان ایسا پاک نفس بن جاتا ہے۔ پس اس نے اسی وقت توبہ کی اور مسلمان ہو گیا۔

غرض انسانوں کو چاہیے کہ دنیوی کدورتوں کے سبب باہم رنجش پیدا نہ کریں اور پھر یہ دن تو وبا اور زلازل اور قہرِ الٰہی کے دن ہیں۔ ان میں خدا تعالیٰ کے خوف سے لرزاں رہنا چاہیے''۔

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۱۷۱)

روایات حضرت میاں عبدالعزیز صاحب المعروف مغل

ولادت:۱۸۷۶ء۔بیعت: جنوری ۱۸۹۲ء۔وفات: یکم مارچ ۱۹۴۲ء۔عمر: اندازاً ۶۸ سال

(وقاراحمد)

......۱......

''ایک مرتبہ ہم رات کے آٹھ بجے بذریعہ ریل گاڑی بٹالہ پہنچے۔بیس بائیس آدمی تھے۔جن میں حضرت مفتی محمد صادق صاحب اور بابو غلام محمد صاحب بھی تھے۔چاند کی روشنی تھی اور گرمی کا موسم، رات کے ساڑھے گیارہ بجے قادیان پہنچے۔حضور اطلاع ملنے پر باہر تشریف لائے۔حافظ حامد صاحب کو بلا کر دریافت فرمایا کہ لنگر میں جا کر دیکھو۔کوئی روٹی ہے؟ انہوں نے عرض کیا۔حضور اڑھائی روٹیاں اور کچھ سالن ہے۔فرمایا۔وہی لے آؤ۔(بیت) مبارک کی چھت پر ایک سفید چادر بچھائی گئی۔جس پر حضور تشریف فرما ہوئے۔ہم بھی حضور کے آس پاس بیٹھ گئے۔حضور نے ان روٹیوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہمارے آگے پھیلا دیئے مجھے خوب یاد ہے۔ہم نے خوب سیر ہو کر کھانا کھایا۔مگر چند ٹکڑے پھر بھی بچ گئے۔یہ واقعہ تقریباً 1896ء یا 1897ء کا ہے''۔

......۲......

''ایک دفعہ لیکھرام کے قتل کے بعد ہم قادیان گئے۔غالباً حکیم مرہم عیسیٰ صاحب بھی تھے۔حضور نے فرمایا۔جاتی دفعہ اشتہارات ساتھ لے جانا۔اس زمانہ میں بٹالہ سے گاڑی تین بجے چلا کرتی تھی لہٰذا گیارہ بجے ہم نے عرض کی کہ حضور ابھی تک اشتہارات نہیں ملے اور ہم نے بٹالہ پہنچ کر تین بجے گاڑی پر سوار ہونا ہے۔فرمایا۔آپ اشتہارات لے کر جائیں۔گاڑی آپ کو مل جائے گی۔ڈیڑھ پونے دو بجے ہمیں اشتہارات ملے۔اڈے پر پہنچے تو یکہ کوئی نہ تھا۔پیدل چل پڑے۔ساڑھے پانچ بجے بٹالہ پہنچے۔سرائے چونکہ اسٹیشن کے قریب تھی۔ہم نے وہاں سے دیکھا کہ اسٹیشن پر شور پڑا ہوا ہے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ چھینہ اسٹیشن پر ریلوے کا انجن خراب ہو گیا ہے۔لہٰذا گاڑی ابھی تک بٹالہ نہیں پہنچی۔پونے چھ بجے گاڑی آئی اور اس پر سوار ہو کر ساڑھے نو بجے رات لاہور پہنچ گئے۔

......۳......

''نیلا گنبد میں میری کنفیکشنری (confectionery) مٹھائی کی دکان تھی۔ اور یہ وہ دکان تھی جہاں اب موسیٰ اینڈ سنز کی دکان ہے۔ اس میں مَیں بیٹھا ہوا تھا۔ غالباً 1892ء یا 1893ء کی بات ہے۔ ایک شخص محمد رمضان جو نیلا گنبد والی مسجد میں طالب علم تھا اور بڑا سخت مخالف تھا۔ ایک سکھ کو ساتھ لا کر میرے پاس چھوڑ گیا۔ اس سکھ کا نام چھتر سنگھ تھا۔ میں نے اسے کھانا کھانے کے لئے دو آنے دیئے۔ کھانا کھانے کے بعد اس نے قادیان کا رستہ دریافت کیا اور قادیان چلا گیا۔ آٹھ دن کے بعد پھر میرے پاس دکان پر آیا اور (سلام) کہا جس سے میں سمجھ گیا کہ یہ (احمدی) ہو چکا ہے۔ اس نے بتایا کہ میں (احمدی) ہو چکا ہوں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کر چکا ہوں اور حضور نے میرا نام عبدالعزیز رکھا ہے۔ پھر وہ شخص بڑا مخلص رہا۔ اب اس کی وفات کو دس بارہ سال ہو چکے ہیں۔ میں نے قادیان میں اسے بار ہا دیکھا ہے۔ خیر اس نے بتایا کہ میں ایک عورت پر عاشق تھا اور اس کا خیال میرے دل سے محو نہیں ہوتا۔ میں بہت گروؤں کے پاس گیا میرے دو ہی سوال تھے کہ یا تو وہ عورت مجھے مل جائے اور یا اس کا خیال میرے دل سے محو ہو جائے۔ مگر کوئی گرو میری تسلی نہ کر سکا۔ اس پر میں نے مسلمان گدی نشینوں کی طرف رجوع کیا حتیٰ کہ گولڑے میں مجھ سے ضرب البحر کا چلہ بھی کٹوایا گیا مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ پھر کسی نے مجھے ازراہ تمسخر کہا کہ ''مرزے کے پاس قادیان جاؤ۔ اس کا بڑا دعویٰ ہے''۔

اس لئے میں نے لاہور میں آ کر پوچھا کہ قادیان کا رستہ بتاؤ اور محمد رمضان آپ کے پاس چھوڑ گیا۔ (یہ محمد رمضان خود بھی بعد میں احمدی ہو گیا تھا) پھر میں قادیان چلا گیا۔ نماز عصر کے بعد حضرت کی ملاقات کے لئے بے دھڑک اوپر چلا گیا اور عرض کیا کہ حضور! اس طرح میں ایک عورت پر عاشق ہوں۔ میرا برا حال ہے۔ یا مجھے وہ عورت مل جائے اور یا اس کا خیال میرے دل سے محو ہو جائے۔ اس پر حضور نے ایک نظر بھر کر میری طرف دیکھا (حضور نظر اٹھا کر بہت کم دیکھا کرتے تھے) اور فرمایا کہ رات یہاں رہو اور کل چلے جانا۔ چنانچہ میں رات رہا۔ مگر عجیب بات ہے کہ اس نظر کے بعد وہ عورت مجھے بالکل بھول گئی۔ رات کو میں نے خواب میں سید عبدالقادر جیلانی کو دیکھا اور خواب ہی میں مجھے ان کا نام بتلایا گیا اور سمجھایا گیا کہ یہ ایک بہت بڑے بزرگ گذرے ہیں۔ صبح میں نے حضور کی خدمت میں عرض کی کہ حضور! میں (احمدی) ہوتا ہوں۔ فرمایا کچھ ٹھہرو۔ پھر دوسرے یا تیسرے روز حضور نے مجھے (احمدی) کر کے میرا نام عبدالعزیز رکھا۔ اب میں آپ کو ملنے آیا ہوں۔ چنانچہ پھر وہ قادیان چلا گیا''۔

......۴......

''1904ء کا واقعہ ہے جب حضرت صاحب لیکچر دینے کے لئے لاہور تشریف لائے تو ہم چند نوجوانوں نے مشورہ کیا کہ دوسری قوموں کے لیڈر جب یہاں آتے ہیں تو ان قوموں کے نوجوان گھوڑوں کی بجائے خود ان کی گاڑیاں کھینچتے ہیں۔ اور ہمیں جو لیڈر خدا تعالیٰ نے دیا ہے یہ اتنا جلیل القدر ہے کہ بڑے بڑے بادشاہ بھی اس کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ پس آج گھوڑوں کی بجائے ہمیں ان کی گاڑی کھینچنی چاہیے۔ چنانچہ ہم نے گاڑی والے سے کہا کہ اپنے گھوڑے الگ کرلو۔ آج گاڑی ہم کھینچیں گے۔ کوچ مین نے ایسا ہی کیا۔ جب حضور باہر تشریف لائے تو فرمایا گھوڑے کہاں ہیں۔ ہم نے عرض کیا۔ حضور دوسری قوموں کے لیڈر آتے ہیں تو ان کی قوم کے نوجوان ان کی گاڑیاں کھینچتے ہیں۔ آج حضور کی گاڑی کھینچنے کا شرف ہم حاصل کریں گے۔ فرمایا گھوڑے جوتو۔ ہم انسان کو حیوان بنانے کے لئے دنیا میں نہیں آئے ہم تو حیوان کو انسان بنانے کے لئے آئے ہیں''۔

......۵......

''حضرت حکیم مولوی نورالدین صاحب حضور کے علم کے سامنے اپنے تمام علوم کو ہیچ سمجھا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ علم طب کو بھی چھوڑ دیتے تھے۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے۔ میں بھی حضرت مولوی صاحب کے پاس مطب میں بیٹھا تھا۔ بعض اور لوگ بھی تھے کہ حضرت اماں جان کے ملازم نے آکر کہا کہ حضرت اماں جان کی طبیعت علیل ہے۔ فرماتی ہیں کہ آپ آکر فصد کھولیں۔ حضرت مولوی صاحب نے کہلا بھیجا کہ اس بیماری میں اس وقت فصد کھولنا سخت مضر ہے اماں جان نے پھر آدمی بھیجا کہ مجھے سخت تکلیف ہے ضرور فصد کھول دیں حضرت مولوی صاحب نے پھر وہی جواب دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب جن کی عمر اس وقت کوئی گیارہ سال تھی تشریف لائے۔ حضرت مولوی صاحب آپ کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے مصافحہ کیا ماتھے پر بوسہ دیا اور فرمایا میاں کیسے آئے ہو حضرت صاحبزادہ صاحب نے عرض کیا کہ ابا جان نے بھیجا ہے کہ اماں جان سخت بیمار ہیں آپ آکر فصد کھول دیں۔ حضرت مولوی صاحب فوراً نشتر وغیرہ لیکر اٹھے اور جا کر فصد کھول دی جب آپ واپس تشریف لائے تو ایک شخص نے سوال کیا کہ حضرت! آپ تو فرماتے تھے کہ اس بیماری میں فصد کھولنا درست نہیں ہے پھر کھول بھی آئے فرمایا۔ پہلے تو طبی مشورہ تھا۔ پھر جب حضرت کا حکم آ گیا تو وہاں طب کا کیا کام؟ پھر تو حکم کی تعمیل میں ہی سب خیر تھی۔ (تاریخ احمدیت لاہور صفحہ ۱۱۰ تا ۱۱۳)

کامیاب قائد

(مرسلہ: مکرم حافظ عبدالناصر صاحب گوجرانوالہ)

حضرت مصلح موعود نوراللہ مرقدہ فرماتے ہیں:

”امریکن تاریخ میں ایک نہایت ہی لطیف واقعہ بیان ہوا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کامیاب لیڈرکس طرح اپنے نمونے سے اپنے ساتھیوں کے دلوں کو فتح کیا کرتے ہیں۔

یونائیٹڈ سٹیٹس امریکہ پہلے انگریزوں کے ماتحت ہوا کرتا تھا ایک عرصہ کی غلامی کے بعد ان میں آزادی کی تحریک پیدا ہوئی مگر اس وقت ان کی حالت یہ تھی کہ ان کے پاس مقابلہ کے لئے فوجیں نہیں تھیں اور نہ ہی کافی مقدار میں سامان جنگ موجود تھا اور انگریزوں کے پاس فوجیں بھی تھیں اور ہر قسم کا سامان جنگ بھی تھا۔ بہرحال جب تحریک آزادی شروع ہوئی تو زمینداروں اور مزدوروں وغیرہ نے اپنے آپ کو والنٹیرز کے طور پر پیش کرنا شروع کر دیا اور سارے ملک میں انگریزوں کے خلاف ایک آگ لگ گئی۔ جب یہ تحریک زیادہ مضبوط ہوگئی تو انہوں نے اپنے میں سے ایک افسر مقرر کیا جس کا نام واشنگٹن تھا اسی کے نام پر بعد میں امریکہ میں واشنگٹن شہر بنایا گیا ہے یہ ایک سیدھا سادہ آدمی تھا۔ جنگی فنون میں کچھ زیادہ مہارت نہیں رکھتا تھا مگر اخلاص اور دردِ قومی اس کے اندر موجود تھا۔ وہ سارے ملک میں چکر لگاتا۔ تقریریں کرتا اور لوگوں کو ابھارتا کہ آزادی بڑی نعمت ہے اس کے لئے جدوجہد کرو۔ ایک دفعہ وہ اپنے ملک کا چکر لگا رہا تھا کہ اس نے ایک جگہ پر دیکھا کہ کوئی قلعہ بن رہا ہے اور کارپورل نگرانی کے لئے پاس کھڑا ہے۔ کام کرنے والے صرف چار پانچ سپاہی تھے اتفاقاً ایک دو شہتیر ایسے آگئے کہ انکا اوپر چڑھانا مشکل ہوگیا۔ وہ زور لگا کر اوپر کھینچتے مگر وہ پھر نیچے گر جاتے اور وہ کارپورل پاس کھڑا انہیں کہتا جاتا کہ شاباش خوب زور لگاؤ۔ شاباش ہمت نہ ہارو مگر آگے بڑھ کر ان کی مدد نہیں کرتا تھا۔ اسی دوران میں واشنگٹن وہاں سے گزرا۔ وہ اس وقت ایک سفید گھوڑے پر سوار تھا۔ اس نے جب یہ نظارہ دیکھا تو اپنا گھوڑا روک لیا اور پوچھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے لوگوں نے بتایا کہ انگریزی فوج آرہی ہے اس کے مقابلہ کے لئے ہم یہ قلعہ بنا رہے ہیں۔ تاکہ سپاہی اس میں ٹھہر سکیں۔ اس نے کہا کہ پھر اس قلعہ کے بننے میں دقت کیا ہے؟ انہوں

> **”ہم نے خدام کے افسروں کا نام بھی قائد اسی لئے رکھا ہے کہ وہ اپنے نمونہ سے لوگوں کے دل فتح کریں“**

نے کہا وقت یہ ہے کہ شہتیر بہت بھاری ہیں اور ہم سے اوپر چڑھائے نہیں جاتے۔ اس نے کارپورل سے پوچھا کہ تم ان کی کیوں مدد نہیں کرتے؟ اس نے کہا کہ میں تو افسر ہوں۔ میرا فرض یہ ہے کہ میں ان سے کام لوں اور ان کی نگرانی کروں۔ واشنگٹن نے یہ بات سنی تو فوراً اپنے گھوڑے پر سے اُترا اور سپاہیوں کے ساتھ مل کر اس نے کام کرنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ شہتیر اُوپر چڑھ گئے۔ جب کام ہو چکا اور وہ گھوڑے پر سوار ہو کر واپس جانے لگا تو کارپورل نے اسے کہا۔ کہ میں آپ کا اپنی طرف سے اور اپنی قوم کی طرف سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے اس مشکل کام میں ہماری مدد کی۔ واشنگٹن نے جواب میں کہا۔ آپ کی مہربانی۔ میں صرف اِس قدر کہنا چاہتا ہوں کہ جب کبھی آپ کسی ایسی مصیبت میں پھنس جائیں کہ آپ کو دوسرے کی مدد کی ضرورت ہو۔ تو اپنے کمانڈر انچیف واشنگٹن کو بلا لیا کرنا۔

یہ قائد کی مثال ہے کہ وہ اپنے آپ کو ہر کام کے لئے پیش کر دیتا ہے اور قربانی کے وقت وہ دوسروں سے پیچھے نہیں بلکہ اُن کے آگے آگے ہوتا ہے۔ اور اپنے نمونہ سے اُن کے اندر کام کی تحریص پیدا کرتا ہے۔ اگر کسی اعلیٰ درجہ کے قائد کے ہوتے ہوئے بھی لوگ اس کے نمونہ سے فائدہ نہ اُٹھائیں تو یہ ان کی بڑی بدقسمتی ہوتی ہے۔

ہم نے خدام کے افسروں کا نام بھی قائد اسی لئے رکھا ہے کہ وہ اپنے نمونہ سے لوگوں کے دل فتح کریں''۔ (تفسیر کبیر جلد 5 صفحہ 374,375)

دسمبر

اُسے کہنا دسمبر آ گیا ہے
دسمبر کے گذرتے ہی
برس اِک اور ماضی کی
گپھا میں ڈوب جائے گا
مگر جو خون سو جائے گا جسموں میں
نہ جاگے گا
اُسے کہنا ہوائیں سرد ہیں
اور زندگی کے کہرے دیواروں میں لرزاں
اُسے کہنا
شگوفے ٹہنیوں میں سو رہے ہیں
اور ان پر برف کی چادر بچھی ہے
اُسے کہنا
اگر سورج نہ نکلے گا تو کیسے برف پگھلے گی
اُسے کہنا کہ لوٹ آئے

(عرش صدیقی)

لائی حیات آئے قضا لے چلی چلے

لائی حیات آئے قضا لے چلی چلے
اپنی خوشی سے آئے نہ اپنی خوشی چلے

بہتر تو ہے یہی کہ نہ دُنیا سے دل لگے
پر کیا کریں جو کام نہ بے دل لگی چلے

کم ہونگے اس بساط (۱) پہ ہم جیسے بد قمار
جو چال ہم چلے سو نہایت بری چلے

ہو عمرِ خضر بھی تو کہیں گے بوقتِ مرگ
ہم کیا رہے یہاں ابھی آئے ابھی چلے

لیلیٰ کا ناقہ (۲) دشت میں دکھلاتا ذوق وشوق
سن کر فغان قیس بجائے حدی چلے

نازاں نہ ہو خرد پہ جو ہونا ہو۔ وہ ہی ہو
دانش تری نہ کچھ مری دانشوری چلے

دنیا نے کس کا راہِ فنا میں دیا ہے ساتھ
تم بھی چلے چلو یونہی جب تک چلی چلے

جاتے ہوائے شوق میں ہیں اس چمن سے ذوق
اپنی بلا سے بادِ صبا اب کبھی چلے

(ابراہیم ذوقؔ)

(۱) ''چٹائی'' (۲) ''اونٹنی''

"وطن کی محبت کا تقاضہ ہے کہ اس کڑے وقت میں اپنی تکالیف کو بھول کر دعاؤں کے ذریعہ بھی اور عملی طور پر بھی اپنے بھائیوں کی مدد کریں" (ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

پاکستان کی تاریخ کا المناک زلزلہ

زلزلہ زدگان کی امداد کے لئے جماعت احمدیہ کی کوششوں کی مختصر جھلک

(منصور احمد نور الدین)

مؤرخہ 8/اکتوبر 2005ء کی صبح 8:50 پر پاکستان میں آنے والے زلزلے سے ہولناک تباہی ہوئی جس میں صوبہ سرحد کے بعض علاقے اسی طرح آزاد کشمیر اور وادیٔ نیلم شدید ترین متاثر ہوئے۔ حکومتی ذرائع کے مطابق اس زلزلے کے نتیجے میں 3 ملین سے لے کر 4 ملین تک افراد متاثر ہوئے جبکہ کم وبیش ایک لاکھ کے قریب اموات واقع ہوئیں۔ انٹرنیشنل ذرائع (جن میں اقوام متحدہ شامل ہے) کے مطابق پاکستان میں آنے والا یہ زلزلہ اپنی تباہ کاریوں کے اعتبار سے سونامی سے کئی گنا بڑی تباہی کا باعث بنا۔

اس دردناک واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فوری طور پر صدر پاکستان، وزیراعظم پاکستان، صدر آزاد کشمیر اور وزیراعظم آزاد کشمیر کو تعزیت کے خطوط تحریر فرمائے اور ہر ممکن امداد دینے کا یقین دلایا۔ 14/اکتوبر 2005ء کے خطبہ جمعہ میں حضور انور نے فرمایا کہ "وطن کی محبت کا تقاضہ ہے کہ اس کڑے وقت میں اپنی تکالیف کو بھول کر دعاؤں کے ذریعہ بھی اور عملی طور پر بھی اپنے بھائیوں کی مدد کریں"۔

زلزلے کے اس المناک واقعہ کے فوراً بعد ہی جماعت احمدیہ کی طرف سے خدام الاحمدیہ کی امدادی ٹیمیں متاثرہ علاقوں میں پہنچ گئیں۔ خدام نے فوری طور پر چاولوں اور مختلف کھانوں کی دیگیں متاثرین کو پہنچائیں۔ اسی طرح شروع کے چند دنوں میں ہی لندن سے پانچ ڈاکٹر 20 ہزار پونڈ کی ادویات لے کر پاکستان پہنچ گئے۔ فوری طور پر لندن سے 500 خیمے جن کی متاثرہ علاقوں میں شدید ضرورت تھی وہاں پہنچا دیئے گئے۔ اسی طرح محترم ناظر صاحب اعلیٰ نے President Relief Fund میں دس لاکھ روپے جمع کروائے۔

یہ تو تحدیث نعمت کے طور پر ان کاموں کی جھلک تھی جو فوری طور پر جماعت احمدیہ نے زلزلے کے متاثرین کے لئے کئے گئے۔ اس کے بعد مستقل طور پر مظفر آباد میں اور باغ میں جماعت احمدیہ نے اپنے کیمپ لگا کر متاثرین کی خدمت کرنی شروع کردی۔ لندن، جرمنی اور پاکستان کے مختلف علاقوں سے احمدی ڈاکٹرز اور پیرامیڈیکل سٹاف نے زخمیوں کی مرہم پٹی اور علاج معالجہ کا کام شروع کر دیا۔ ڈاکٹرز نے یہ کام باقاعدہ طور پر ہسپتال بنا کر اور موبائل ڈسپنسریز قائم کر کے کیا جو کہ اب تک جاری وساری ہے۔ اسی طرح دوسری ٹیموں نے لوگوں کو کھانے کی اشیاء و دیگر سامان بہم پہنچانا شروع کیا۔ اس کے لئے خدام الاحمدیہ نے کئی کئی میل کے پیدل سفر کر کے تباہ شدہ دیہات تک رابطہ کیا اور ان کو ضروریات کا سامان پہنچایا۔ خدمت خلق کے یہ کام مظفر آباد اور اس کی نواحی بستیاں، باغ اور اس کے ساتھ کے علاقے، مانسہرہ، شنکیاری، الپوری، بٹل وغیرہ میں جاری ہیں۔

اس وقت تک خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ 20 ٹرک سے زائد راشن، کمبل اور دیگر ضروری سامان کا متاثرہ علاقوں میں پہنچا چکی ہے۔ اسی طرح 2000 سے زائد خیمہ جات ان علاقوں میں مہیا کئے گئے ہیں۔ احمدی ڈاکٹرز اور خدام کے 28 وفود کئی کلومیٹر پہاڑوں کا پیدل سفر کر کے 45 سے زائد آبادیوں تک خود پہنچے ہیں جہاں پر لوگ کسمپرسی کے عالم میں امداد کی راہ تک رہے تھے۔ اسی طرح ڈاکٹرز کی مختلف ٹیموں کو آرمی والے اپنے ہیلی کاپٹرز کے ذریعے دور دراز کے علاقوں تک پہنچا کر آئے جہاں لوگوں کو طبی امداد کی سہولیات دی جا رہی ہیں۔ خدام الاحمدیہ کی رضا کار ٹیمیں جوان علاقوں میں مسلسل کام کر رہی ہیں اُن کی تعداد 100 سے لے کر 150 تک رہتی ہے جو کہ ہمہ وقت خدمت انسانیت میں مصروف ہیں۔

زلزلہ کے متاثرہ علاقوں میں 20 اکتوبر سے باقاعدہ لنگر کا انتظام شروع کیا گیا جس میں روزانہ قریباً 1000 افراد کو کھانا تقسیم کیا جاتا رہا۔

خدا تعالیٰ کے فضل سے زلزلہ کے متاثرین کی امداد کا یہ سلسلہ تاحال جاری ہے اور جماعت احمدیہ اپنی توفیق کے مطابق جس حد تک ممکن ہوسکتا ہے دکھی انسانیت کی خدمت کرتی چلی جارہی ہے اور آئندہ بھی یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ
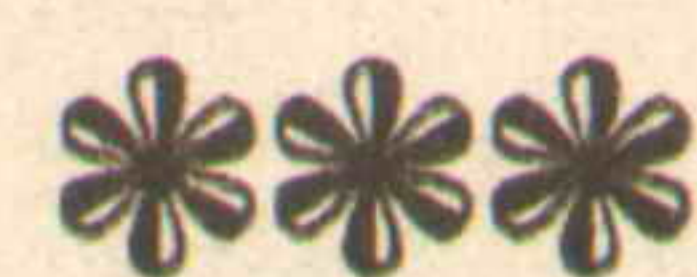
***

زلزلے کیوں آتے ہیں؟

(آر۔اس۔بھٹی۔فاروق آباد)

زلزلے کیوں آتے ہیں؟ کیا ان کی پیش گوئی ممکن ہے

جب سے اس زمین پر انسان کی پیدائش ہوئی زلزلوں کا سلسلہ جاری ہے لیکن سائنسدان صرف پچھلے سو سال کے دوران اس قابل ہوئے ہیں کہ زلزلوں کی شدت کی مقدار کو ناپ سکیں۔ اس کی شدت کا اندازہ لگانے کے راستے میں کئی روکیں تھیں۔ مثلاً سائنسدانوں کو یہ مشکل تھی کہ کس طرح زلزلے کی شدت کو بیان کریں، اور کیسے اس کی وضاحت کریں اور یہ کہ زلزلہ کا محل وقوع کیا تھا۔ پھر سائنسدانوں کو پوری زمین کے گرد ایسے مقامات کی ضرورت تھی جو زلزلے کے دوران زمین کی حرکت کو محفوظ کر سکیں۔

آج ان مقاصد کے لئے جو آلہ استعمال کیا جاتا ہے اسے سیسمومیٹر کہتے ہیں۔ یہ زمین کی حرکت کے amplitude (ارتعاش کے عرض) کی پیمائش کرتا ہے۔ 1931ء تک ساڑھے تین سو سیسمک اسٹیشن قائم ہو چکے تھے اور آج آٹھ ہزار سے زائد سیسمک اسٹیشن پوری دنیا میں کام کر رہے ہیں۔ جن کی مدد سے چھوٹے سے چھوٹا زلزلہ بھی نوٹ کیا جا رہا ہے۔ یہ اسٹیشن زلزلے کی شدت اور اس کے مقام کا درست اندازہ لگانے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

آیئے ایک چارٹ دیکھتے ہیں جو NEIC (نیشنل ارتھ کوئیک انٹرنیشنل سنٹر) کا تیار کردہ ہے اس سے زلزلوں کی شدت اور تعداد کا اندازہ ہوتا ہے۔

زلزلہ	شدت	تعداد
great	8 شدت	1 سالانہ
Major	7.0-7.9	18
Moderate	5.0-5.9	800
Light	4.0-4.9	6,300 اندازہ
Minor	3.0-3.9	49,000 اندازہ
Very Minor	3. شدت	9,000 (اندازہ)

(4 سے کم شدت کے زلزلے انسان محسوس نہیں کر سکتا۔ اور 6 سے زیادہ شدت کے زلزلے عموماً تباہی مچاتے ہیں)

یہ اندازہ لگانا نہایت ہی مشکل ہے کہ اب تک زمین کی تاریخ (4.6 بلین سال) میں کتنے زلزلے آئے۔ حقیقت یہ ہے کہ کوئی بھی اس سلسلے میں معلومات اکٹھی نہیں کر سکا کہ ہر سال کتنے زلزلے آتے رہے۔ کیونکہ زمین کی تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ ہمیشہ تبدیل ہوتی رہی ہے۔ بعض سیسمولاجسٹکس کا یہ کہنا ہے کہ سائنسدانوں نے ابھی تک اس سوال کا جواب تلاش ہی نہیں کیا۔ اگرچہ یہ ایک مشکل سوال ہے لیکن اس کے جواب کا اندازہ لگانا آسان ہے۔ آپ جتنی شدت کے زلزلوں کی تعداد معلوم کرنا چاہتے ہیں اس کا انتخاب کر کے چارٹ میں دی گئی اس کی تعداد سے ضرب دے دیں۔ مثلاً اگر چار بلین سال کی تاریخ معلوم کرنی ہو تو چار بلین کو بیان کردہ تعداد سے ضرب دے دیں۔

زلزلہ کیا ہوتا ہے اور کیوں آتا ہے؟

اگرچہ دیکھنے میں زمین ٹھوس معلوم ہوتی ہے لیکن یہ پچکی ہوئی چٹانوں کے دیوہیکل ٹکڑوں سے مل کر بنی ہے، جنہیں Tectonic plates پلیٹس کہتے ہیں۔ زلزلہ زمین کی اچانک حرکت کو کہتے ہیں۔ یہ زیادہ تر اس دباؤ کی وجہ سے آتا ہے جو زمین کی اندرونی پلیٹوں کی حرکت کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔

زلزلے کے دوران مختلف قسم کی لہریں پیدا ہوتی ہیں۔ انہیں سیسمک لہریں کہتے ہیں۔ ان کی مختلف اقسام ہیں۔ پرائمری لہریں نہایت تیز ہوتی ہیں یہ Compressional ویوز ہوتی ہیں یعنی زمین کی حرکت کی سمت میں حرکت کرتی ہیں۔ جبکہ سیکنڈری ویوز Transvers ہوتی ہیں اور ان کی حرکت زمین کی حرکت سے 90 ڈگری کے زاویے پر ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ سطح زمین پر مختلف قسم کی لہریں پیدا ہوتی ہیں جنہیں لانگ (Long) ویوز کہتے ہیں۔ ان لہروں کی رفتار اس مادہ کی قسم پر منحصر ہے جس میں سے یہ گزرتی ہیں، یعنی زمین کس طرح کی ہے۔

زلزلہ کیوں آتا ہے؟ زلزلہ زیرزمین ہونے والے مختلف قسم کے عوامل کی وجہ سے آتا ہے، جو سست رفتاری سے جاری و ساری ہیں۔ زمین جب وجود میں آئی، تو گرم تھی۔ (اگر زمین کے اندر کی طرف سفر کریں تو ہر سو کلومیٹر کے بعد درجہ حرارت 30 ڈگری سلسیس بڑھ جاتا ہے) پھر یہ ٹھنڈی ہونا شروع ہوئی اور ابھی تک متواتر ٹھنڈی ہو رہی ہے۔ زمین کا اس طرح متواتر ٹھنڈا ہونا زیرزمین حرکت پیدا کرتا ہے جو زلزلہ کا باعث بنتا ہے۔

زلزلہ کی شدت معلوم کرنے کے لئے مختلف طریقے ہیں اور ان کے لئے مختلف طرح کے Seismographs استعمال کئے جاتے ہیں۔ کیونکہ ایک طریقہ ایک محدود حد تک کارآمد ہے۔ بعض طریقے باڈی ویوز پر بنیاد کرتے ہیں جو زمین کے اندر گہرائی تک جاتی ہیں۔ کچھ سرفس (Surface) ویوز پر انحصار کرتے ہیں، جو زمین کی سطح کی سب سے اوپر والی تہہ میں سفر کرتی ہیں۔ اس کے علاوہ بھی کچھ طریقے ہیں۔ لیکن یہ تمام طریقے شدت بیان کرنے کی ایک ہی جیسی مقدار پر متفق ہیں۔

کیا زلزلوں کی پیشگوئی کرنا ممکن ہے؟

زمین پر آنے والی قدرتی آفات میں سے زلزلہ ایک نہایت ہی خوفناک آفت ہے جو عموماً بغیر کسی پیشگی اطلاع کے آتی ہے اور بعض اوقات بڑی تعداد میں تباہی اور اموات ساتھ لاتے ہیں۔ پچھلے کئی سالوں کی تحقیق اور جدید سیسمک آلات کے استعمال کے باوجود سائنسدان زلزلوں کی پیش گوئی ایک محدود اندازے کے مطابق ہی لگا پائے ہیں۔ اس وقت جاپان کے پاس جدید ترین آلات ہیں لیکن 1991ء میں کوبے میں آنے والے زلزلے سے وہ مکمل طور پر لاعلم رہا۔

جب ہم زلزلوں کی پیش گوئی کے مطابق بات کرتے ہیں تو اس سے ہماری مراد وہ پیش گوئی ہے جو درست ہو اور مستقبل قریب میں واقع ہو، نہ کہ ایک ایسی پیش گوئی جو اگلے دس، پچاس یا سو سالوں میں ہونے والی ہو۔ مستقبل بعید کے بارے میں ایک عمومی پیش گوئی کسی علاقے کی تاریخی حقائق سے کی جاسکتی ہیں۔ مثلاً ہم کہہ سکتے ہیں کہ چھوٹے زلزلے کیلیفورنیا میں اس ہفتہ آئیں گے، ممکن ہے آج ہی

آ جائے۔ کیونکہ ہم اس کے پچھلے دس دہائیوں کی تاریخ دیکھ کر یہ پیشگوئی کر سکتے ہیں۔ جیسا کہ ہر سال سینکڑوں لہریں یہاں سے گزرتی ہیں، بلکہ ہزاروں۔ لیکن ہم یہ نہیں بتا سکتے کہ اگلا Major زلزلہ کب آئے گا۔ اسی طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگلے پچاس سالوں میں میکسیکو میں ایک بڑا زلزلہ آئے گا اور برطانیہ میں اگلے دو، تین سو سال میں کسی بڑے زلزلے کا کوئی امکان نہیں۔ اس طرح کی معلومات ہماری لمبے دورانیے کی منصوبہ بندی کے لئے مفید ہیں لیکن یہ مستقبل قریب میں ہمارے کسی طرح بھی زندگیاں بچانے میں کوئی مدد فراہم نہیں کرتیں۔

مستقبل قریب کے لئے درست پیش گوئی کرنا آج کے محققین کی تحقیق کا ایک اہم مقصد ہے۔ امریکہ اور جاپان نے مہنگی ترین کمپیوٹر ٹیکنالوجی زلزلوں کا اندازہ لگانے کے لئے نصب کر رکھی ہیں۔ ہر سال پچاس ہزار زلزلے پوری دنیا میں آتے ہیں۔ سیسمو میٹرز کے عالمی نیٹ ورک سے جس قدر معلومات اکٹھی ہو سکتی ہیں کی جاتی ہیں یہ اور بات ہے کہ محض اتفاقاً یہ آلات زیادہ تر زلزلوں کی بجائے زیر زمین نیوکلیئر ٹیسٹوں کے متعلق معلومات اکٹھی کرنے میں مصروف ہوتے ہیں۔

زلزلوں کے متعلق پیشگوئی کرنے کے طریقے

زیادہ تر پیشگوئیاں ڈی لیٹیس (Dilatecy) تھیوری کے گرد گھومتی ہیں۔ جب کوئی چٹان دباؤ میں آتی ہے تو کسی طرف سے لمبا ہونا شروع کرتی ہے۔ ظاہری آنکھ سے زیر زمین چٹانوں کے سائز میں ہونے والی تبدیلیوں کا مشاہدہ کرنا ممکن نہیں لیکن مختلف آلات کی مدد سے مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ جب کوئی چٹان دباؤ میں آتی ہے تو وہ ظاہری شکل تبدیل کرنا شروع کر دیتی ہے۔ اس سے سیسمک لہریں مختلف رفتار سے نکلتی ہیں۔ اس کی مقناطیسی خصوصیات بھی تبدیل ہو سکتی ہیں اور الیکٹریکل خصوصیات بھی اور ظاہری تبدیلی کے طور پر یہ زمین کی سطح سے بلند ہو جاتی ہیں یا پھر زمین کے پانی کا دباؤ اور سطح تبدیل ہو جاتی ہے۔

دوسرا طریقہ

پیشگوئی کرنے کا دوسرا طریقہ جو چین میں بڑی کامیابی کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے، وہ ہے جانوروں کے رویہ میں تبدیلی۔ چینیوں کا دعویٰ ہے کہ اس طریقے کے ذریعہ اس مسئلہ کو بڑی کامیابی کے ساتھ حل کیا جا سکتا ہے۔

یہ تو ہم سب جانتے ہیں کہ جانور، پرندے، حشرات الارض زلزلے سے پہلے اپنا رویہ تبدیل کر لیتے ہیں۔ 1974ء کے دسمبر میں یہ رپورٹیں ملنا شروع ہوئیں کہ شدید سردی کے موسم میں سانپ (جو اپنی بلوں میں موسم سرما کی لمبی نیند کے مزے لے رہے تھے) اپنی بلوں سے باہر آ رہے ہیں اور شدید سردی کی وجہ سے ٹھنڈی یخ زمین پر منجمد ہو کر مر رہے ہیں۔ ان رپورٹس کے بعد ہلکے زلزلوں کے جھٹکوں کا ایک سلسلہ شروع ہوا جو اس ماہ کے آخر تک جاری رہا۔ جنوری 1975ء میں کچھ مزید رپورٹس جانوروں کے عجیب و غریب رویوں کے سامنے آئیں۔ جو زیادہ تر بڑے جانوروں کی تھیں۔ مویشی اور گھوڑے وغیرہ بے آرامی کا شکار ہو رہے تھے اور انہوں نے عمارتوں میں داخل ہونے

سے انکار کردیا تھا اور بغیر کسی ظاہری وجوہات کے خوفزدہ ہوگئے تھے۔ اس سال فروری میں ایک بڑا زلزلہ آیا جس کا مرکز Haicheng تھا اور یہ وہی تمام علاقہ تھا جہاں کے جانور عجیب رویہ اختیار کئے ہوئے تھے۔

اور بھی بہت سے طریقے پیشگوئی کرنے کے استعمال کئے جاتے ہیں۔

ایک صدی کے بڑے زلزلوں کا چارٹ

تاریخ	مقام	شدت
22/مئی 1960	چلی	9.5
28/مارچ 1964	پرنس ولیم ساؤنڈ الاسکا	9.2
26/دسمبر 2004	ویسٹ کوسٹ آف نارتھ سماٹرا	9.0
4/نومبر 1952	کام چٹکا	9.0
31/جنوری 1906	ایکواڈور کے ساحل پر	8.8
28/مارچ 2005	شمالی سماٹرا، انڈونیشیا	8.7
2/اپریل 1965	ریٹ آئس لینڈز الاسکا	8.7
9/مارچ 1957	انڈرونیوف آئس لینڈ الاسکا	8.6
15/اگست 1950	آسام۔تبت	8.6
13/اکتوبر 1963	کوریل آئس لینڈ	8.5
یکم فروری 1938	بنداسی، انڈونیشیا	8.5
11/نومبر 1922	چلی ارجنٹائن بارڈر	8.5

ہماری خوش قسمتی ہے کہ زیادہ شدت کے زلزلے کم تعداد میں آتے ہیں۔ ہر سال تقریباً سترہ بڑے زلزلے آتے ہیں۔ ہزاروں لوگ ان کی نظر ہوجاتے ہیں۔ قریباً پندرہ ہزار افراد ان کی وجہ سے لقمۂ اجل بن جاتے ہیں۔ مالی نقصان اس کے علاوہ ہے۔ 1995ء میں کوبے (جاپان) کے زلزلے کا مالی نقصان اندازہ 150 بلین ڈالر تھا۔ اسی طرح 1994ء میں کیلیفورنیا میں 15 بلین ڈالر کا نقصان ہوا۔

4/اپریل 1905ء کو کانگڑہ کے علاقے میں ایک شدید زلزلہ آیا۔ اسی طرح سو سال بعد 8/اکتوبر 2005 کو شدید زلزلہ پاکستان اور بھارت کی سرحد پر آیا جس کی شدت ریکٹر سکیل پر 7.6 تھی۔ کانگڑہ کے زلزلے کے بعد پچھلے سو سالوں میں اس علاقے میں آنے والا یہ سب سے بڑا زلزلہ تھا۔

زلزلے کے دوران احتیاطی تدابیر

۱...... اگر آپ کسی عمارت میں ہیں تو کوئی محفوظ جگہ عمارت کے اندر تلاش کریں۔ مثلاً کسی مضبوط بڑی میز یا ڈیسک کے نیچے آجائیں۔ مضبوطی سے تھام لیں۔ میز کو ہلائیں نہیں، نہ ہی دروازے کے ساتھ جھولیں۔ تیزی کے ساتھ ہجوم بنا کر عمارت سے باہر جانے کی کوشش نہ کریں۔

۲...... اگر آپ کھلے آسمان تلے ہیں: تو پاور لائینز سے دور رہیں۔ بڑی عمارتوں سے دور ہٹ جائیں۔ چمنیوں سے بھی دور رہیں۔

۳...... اگر آپ ڈرائیونگ کر رہے ہیں تو گاڑی روک لیں لیکن کھلے آسمان کے نیچے ٹھہریں۔ پلوں کے نیچے، اور پاس کے نیچے یا ٹنلز کے نیچے نہ رکیں۔

نکولس کوپرنیکس اور گلیلیو گلیلی

Nicholas Copernicus & Galileo Galilei

(مکرم واصف شہزاد صاحب کراچی)

نکولس کوپرنیکس

قدیم یونانی سائنسدان بطلیموس نے بلاشبہ زمین اور آسمانوں کے متعلق تمام ابتدائی توہمات کو دور کرنے میں جن پر ایک مدت سے لوگ اعتبار کیا کرتے تھے بہت بڑی خدمت سرانجام دی۔ وہ ایک بہت قابل ریاضی دان تھا وہ اپنے زمانہ سے بہت آگے تھا لیکن ان تمام تر کارناموں کے باوجود اس نے کائنات کے متعلق کچھ غلط نظریوں کی بنیاد رکھی۔ وہ بڑے غور وفکر کے بعد اس نتیجے پر پہنچا کہ کائنات کی سب سے بڑی شے زمین تمام چیزوں کے وسط میں واقع ہے۔

1473ء میں یورپ کے چھوٹے سے ملک پرشیا میں جس پر اس وقت پولینڈ کی حکمرانی تھا ایک شخص پیدا ہوا جس نے نظام شمسی کے متعلق اپنے طور پر سوچنے کا فیصلہ کیا۔ اس کا نام کوپرنیکس تھا وہ ایک ماہر مصور تھا، اس نے علم اقتصادیات پر ایک کتاب بھی لکھی تھی، وہ مختلف جگہوں پر سفیر بنا کر بھی بھیجا گیا، اس نے یونانی کتابوں کا ترجمہ بھی کیا پندرھویں صدی میں پیدا ہونے والے دوسرے ذہین لوگوں کی طرح وہ بھی ہر کام کر لیتا تھا اور نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ لیکن وہ علم فلکیات میں سب سے زیادہ دلچسپی لیتا تھا۔ اس کے دوستوں نے اس کے اس شوق کی حوصلہ افزائی نہیں کی وہ دلیل پیش کرتے کہ احمق نہ بنو بطلیموس یہ سب باتیں بتا چکا ہے کیا تم اپنے آپ کو اس سے زیادہ عقل مند سمجھتے ہو؟ کوپرنیکس کا ان باتوں سے اطمینان نہ ہوتا اسے نیا اور عجیب خیال سوجھا کہ فرض کرو کہ زمین اپنے محور پر گھومتی ہے اس سے تو ایسا ظاہر ہوگا کہ سیارے اور سورج زمین کے گرد گھومتے ہیں جس وقت اسنے اپنے اس خیال کو ظاہر کرنے کی جرات کی تو ہر شخص ہنس پڑا اس عہد کے دانشوروں نے کہا یہ کیا لغو بات ہے۔ اگر زمین گھومتی ہوتی تو ہم یقیناً اس کی حرکت کو محسوس کرتے ہمارے قدم ڈگمگا جاتے چھلانگ لگاتے وقت زمین ہمارے پیروں تلے سے نکل جاتی اور ہم کسی دوسری جگہ پر جا گرتے۔ خوش قسمتی سے کوپرنیکس کو یہ تمسخر آسانی سے بددل

نہ کر سکا اس کے زمانہ میں دوربین نہیں تھی لیکن اس نے علم ریاضی کا رخ کیا اپنی جوانی سے اپنے ادھیڑ ہونے تک وہ اپنے اس خیال کو کریدتا رہا آخر کار اس نے ایک کتاب میں یہ سب باتیں لکھ دیں لیکن وہ ابھی تک مذبذب تھا کہ جو باتیں اس نے کہی ہیں وہ درست ہیں بھی یا نہیں لہذا اس نے اپنی کتاب شائع کرنے کے لئے بہت عرصہ تک انتظار کیا۔ وہ اس بات کا یقین کر لینا چاہتا تھا کہ اس نے ہر پہلو پر اچھی طرح غور و فکر کر لیا ہے۔ زندگی کے آخری ایام میں اسے گہرے دوست میسر آ گئے جو نہ صرف اس پر بلکہ اس کے نئے اور عجیب خیال پر بھی یقین رکھتے تھے انہوں نے اس سے التجا کی کہ وہ اپنی کتاب شائع کر دے ناشر کو بھجوا دے لیکن جس وقت وہ طبع شدہ نایاب کتاب اس کے ہاتھ میں دی گئی اس وقت کوپرنیکس بستر مرگ پر تھا۔ کوپرنیکس نے یہ بات بھی ظاہر کی کہ زمین سیاروں کے گروہ میں سے ایک سیارہ ہے اس سیاروں کا مرکز سورج ہے اور سبھی سیارے سورج کے گرد گھومتے ہیں اس نے مزید کہا کہ زمین اپنے محور پر ایک دن میں ایک مرتبہ چکر کاٹتی ہے اور سورج کے گرد وہ اپنی مسافت اتنے وقت میں طے کرتی ہے جسے سال کہا جاتا ہے۔

آج کل ہمارے لئے یہ اندازہ کرنا بھی بہت دشوار ہو گا کہ اس وقت یہ کتاب کتنا بڑا دھما کا ثابت ہوئی ہو گی۔ کوپرنیکس کی ریاضیاتی دلیلوں کے باوجود بیشتر دانش ور اس کے نظریہ کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ تھے وہ ناک بھوں چڑھا کر کہتے آخر کار آدمی دیکھ کر ہی کسی چیز پر یقین لا سکتا ہے۔ آخر کار 1543ء میں کوپرنیکس قبر میں جا سویا اس کے دوستوں نے اور ان غریب لوگوں نے جن کے لئے وہ زندگی بھر فرخ دل اور مہربان رہا تھا اس کی تعریف کی اور اسے پیار کیا لیکن سائنسدانوں نے اسے ایک احمق سمجھ کر ٹھکرا دیا۔

گلیلیو گلیلی

جس وقت کوپرنیکس نے انتقال کیا اس وقت اٹلی کے شہر پیسا میں ایک نوجوان گلیلیو گلیلی رہتا تھا۔ یہ اعزاز اس کے لئے مقدر ہو چکا تھا کہ وہ بوڑھے کوپرنیکس کی ان باتوں کو ثابت کر دکھائے جنہیں خود کوپرنیکس اپنی زندگی میں ثابت نہیں کر سکا تھا۔ گلیلیو، پرنیکس سے زیادہ ذہین تھا وہ ایک اچھا مصور تھا، بہت اچھے شعر بھی کہہ لیتا تھا، لیکن اسے علم ریاضی سے جو محبت تھی اس نے اس کو سائنس کی طرف راغب کیا۔ یونیورسٹی میں پروفیسر اس سے خوف کھاتے تھے کیونکہ وہ ان سے ایسے سوالات کرتا تھا جن کا وہ جواب نہیں دے سکتے تھے۔ ایک روز جب وہ پیسا کے ایک کلیسا سے عبادت کے بعد باہر آ رہا تھا تو اس کی

نگاہ چھت کے بیچ میں لٹکے ہوئے ایک بہت بڑے لیمپ پر پڑی۔ کلیسا کا ایک ملازم اس لیمپ کو روشن کرنے آیا تھا۔ اس نے اس مقصد کے لئے لیمپ کو اپنی طرف کھینچ لیا تھا لیکن جونہی اس نے اس لیمپ کو چھوڑا تو وہ لیمپ ایک چوڑی قوس بناتا ہوا جھولنے لگا گلیلیو اس لیمپ کو دیکھتا رہا اور اسے پتہ چلا کہ اس لیمپ کے جھولے کی لمبائی اگرچہ بتدریج کم ہوتی جا رہی ہے مگر وہ جھولنے میں وقت اتنا ہی لے رہا ہے۔ اس نے اپنی نبض پر ہاتھ رکھ کر اس بات کی آزمائش کی جو اس میں ہر روز واقع ہوتا تھا۔ لیکن اس سے پہلے ایک پنڈولم کے جھولنے کے اس پہلو پر کسی نے توجہ نہیں کی تھی اپنی اس دریافت کی بنیاد پر گلیلیو نے وہ پہلا آلہ ایجاد کیا جسے آج تک ڈاکٹر نبض شماری کے لئے استعمال کرتے چلے آرہے ہیں اور وہ آلہ تھا پلس لوگیا۔

وہ ہر وقت سوچتا رہتا اور تجربہ کرتا رہتا ارسطو نے کہا تھا کہ دس پونڈ کا وزن ایک پونڈ وزن کی بانسبت زمین پر دس گنا تیز رفتاری کے ساتھ گرے گا۔ اٹھارہ سو سال تک کسی نے اس بیان پر شک نہیں کیا تھا لیکن گلیلیو نے اپنے طالب علموں کو بتایا کہ دس پونڈ اور ایک پونڈ کا وزن ایک ہی رفتار سے زمین پر گرے گا۔ "یہ کیا کہہ رہے ہو دانش ور چیخ اٹھے تم جو ایک نوجوان ہو کیا تمہارا خیال ہے کہ تم ارسطو سے زیادہ جانتے ہو" بلاخر گلیلیو نے پیسا کے مشہور خمیدہ مینار پر چڑھ کر عام لوگوں کے سامنے اس بات کا مظاہرہ کرنے کا اعلان کیا سارے شہر میں ایک ہلچل مچ گئی۔ اس نے ایک دس پونڈ اور ایک ایک پونڈ کا توپ کا گولہ زمین پر گرا دیا دونوں گولے ایک ساتھ زمین سے جا ٹکرائے ایک ثانیہ کا بھی فرق نہ پڑا یہ ثبوت بلکل مکمل تھا۔ مگر بوڑھے پروفیسر غصہ سے لال پیلے ہو گئے۔ وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ اس نوجوان نے ضرور کالا جادو کیا ہے ارسطو کبھی غلطی نہیں کر سکتا۔

گلیلیو کی زندگی کا عظیم لمحہ اس وقت آیا جب یہ خبر آئی کہ ہالینڈ کے ایک شخص نے یہ بات دریافت کی ہے کہ دو عدسوں کو ایک دوسرے سے الگ پکڑنے پر دور کی چیزیں نزدیک نظر آسکتی ہیں یہ چیزیں عدسوں کی مدد سے نسبتاً بڑی دکھائی دیتی ہیں مگر الٹی نظر آتی ہیں دوسرے دن وہ رات بھر اس پر دماغ سوزی کرتا رہا کہ کس طرح وہ اس آلہ کی نقل تیار کر سکتا ہے۔ بہت سے مسائل درپیش تھے مثال کے طور پر عدسوں کو مجوف ہونا چاہیے کہ محدب۔ ایسے بہت سے سوال تھے۔ پو پھٹتے ہی اسے ان کا جواب مل چکا تھا اس دن اس نے ایک دوربین تیار کی یہ دوربین اس سے بہتر تھی جس کے متعلق اس نے سن رکھا تھا ایک بات اور تھی اس کی دوربین سے ہر چیز سیدھی نظر آتی تھی۔ اسے یقین تھا کہ وہ اس سے بہتر دوربین بھی بنا سکتا ہے اگلے چھ ماہ تک وہ

اپنی چھوٹی سی دوربین پر محنت کرتا رہا اور اس مدت کے ختم ہونے پر اس کے پاس ایک ایسا آلہ موجود تھا جو چیزوں کو ہزار گنا بڑا کر کے دکھاتا تھا بس اسے اس چیز کی ضرورت تھی اس نے اس آلہ سے چاند کو دیکھنا شروع کیا پہلی مرتبہ انسانی آنکھ نے چاند کی سطح پر عظیم پہاڑ دیکھے جو اپنے گہرے سائے پھیلا رہے تھے صاف ظاہر تھا کہ چاند زمین جیسی کوئی چیز ہے اس وقت تک یہی خیال کیا جاتا تھا کہ چاند کی سطح ایک پالش کئے ہوئے گیند کی طرح چمکیلی ہے اس کے بعد اس نے اپنی دوربین سے سورج کو دیکھا اس نے نہ صرف سورج کی سطح پر کچھ دھبے دیکھے بلکہ یہ بھی دیکھا کہ یہ دھبے ایک کنارے پر جا کر غائب ہو جاتے ہیں اور دوبارہ دوسرے کنارے پر نمودار ہوتے ہیں اس بات کا صرف ایک ہی مطلب تھا اور وہ یہ کہ سورج بھی اپنے محور کے گرد گھومتا ہے۔ اس کے بعد اس نے اپنی دوربین سے کہکشاں کو دیکھا اور اسنے یہ نتیجہ برآمد کیا کہ روشنی کی یہ زرد دھند کروڑں ستاروں سے مل کر بنی ہے۔ 1632ء میں گلیلیو نے ایک کتاب لکھی "دنیا کے دو بنیادی نظاموں کے مکالمے" (Dialogue of the two principal systems of the world) یہ کتاب اس نے اپنی دوربین کی بنیاد پر لکھی تھی۔ اس نے اپنی اس کتاب میں ثابت کیا کہ کوپرنیکس نے سچی بات کہی تھی یہ زمین ہی ہے جو سورج کے گرد گھوم کر طویل راستہ طے کرنے میں ایک سال لیتی ہے زمین ہی اپنے محور پر گھوم کر دن اور رات کی تخلیق کرتی ہے اس کتاب نے ایک سنسنی پھیلا دی۔

گلیلیو پہلے ہی اہل کلیسا کو ناراض کر چکا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ستر برس کی عمر میں اسے مجبور کیا گیا کہ زمین اور سورج کے متعلق اس نے جن باتوں کے سچا ہونے کا دعوی کیا تھا ان کی صداقت سے انکار کر دے۔ گلیلیو نے یہ کہتے ہوئے انکار کیا کہ میرے کہنے سے زمین کی گردش سورج کے گرد رک نہیں جائیگی۔ مسلسل دوربین سے دیکھنے کے باعث گلیلیو دونوں آنکھوں سے معذور ہو گیا۔ 8 جنوری 1642 میں جب اس عظیم ماہر فلکیات کا انتقال ہوا اس وقت وہ اپنے بیٹے کو یہ ہدایت دے رہا تھا کہ کس طرح پنڈولم کے اصولوں پر ایک کلاک بنایا جا سکتا ہے۔

کوپرنیکس کے نئے نظریہ نے جس کی صداقت کے حق میں گلیلیو اور اس کی دوربین نے شاندار مظاہرہ کیا تھا بعد میں کائنات کے وہ عظیم اسرار و عجائب ثابت ہوئے جن کے خواب یہ دو عظیم انسان بھی شاید اپنی زندگی کے دوران نہیں دیکھ سکتے تھے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

جاپانی انجینئرنگ کا شاہکار، کنسائی ایئر پورٹ

(سرفراز احمد عدیل۔ کنری ضلع میر پور خاص)

جنگ عظیم دوئم میں شکست کھانے کے بعد جاپانی قوم نے دنیا کو اسلحہ کے بجائے ٹیکنالوجی کے زور پر فتح کرنے کا فیصلہ کیا اور ایسی ایسی ایجادات کیں کہ دنیا دنگ رہ گئی۔ ایسی عجوبہ روزگار عمارتیں وجود میں لائے کہ سب حیران رہ گئے۔ جاپان کے شہر کنسائی کا ایئر پورٹ بھی انہی حیرت انگیز عمارتوں میں سے ایک ہے۔ جس کو بلا شبہ دنیا کا آٹھواں عجوبہ قرار دیا جاسکتا ہے کیونکہ یہ ایئر پورٹ سطح زمین کی بجائے سمندر میں بنایا گیا ہے اس کی وجہ یہ تھی کہ کنسائی ایئر پورٹ بنانے کے لئے جگہ نہیں بچی تھی۔ جس پر جاپانی حکام نے سمندر کے اندر ایئر پورٹ بنانے کا عجیب وغریب فیصلہ کر کے دنیا کو حیران کر دیا۔

سمندر میں بنے کنسائی ایئر پورٹ کو تصور میں لائیں جہاں سمندر کی اوپر کی سطح پر بنی عمارت میں زندگی مگن ہے، ہر طرف ہلچل مچی ہوئی ہے، مسافر آرہے ہیں جارہے ہیں الغرض زندگی اپنے پورے جوبن پر ہے۔ لیکن اپنی منزل تک پہنچنے کی فکر میں متحرک مسافروں کو اگر یہ بتایا جائے کہ سمندر پر بنی دنیا کی سب سے بڑی یہ عمارت دھیرے دھیرے نامحسوس طریقے سے سمندر میں ڈوب رہی ہے تو ان پر کیا گزرے گی اور حقیقت بھی یہی ہے کہ دنیا کا آٹھواں عجوبہ آہستہ آہستہ سمندر میں دفن ہورہا ہے۔ انسانی دماغوں اور ٹیکنالوجی کی تمام تر ترقی بھی اس عجوبے کو سمندر کے منہ میں جانے سے روکنے سے قاصر ہے۔

کنسائی ایئر پورٹ کے بننے کی تیاری بھی دلچسپ و عجیب ہے۔ جاپانی حکام نے جب ایئر پورٹ بنانے کا اعلان کیا تو ناقدین نے اسے دیوانے کا خواب قرار دیا کیونکہ سمندر کے اندر دو تہیں ہوتی ہیں۔ ایسا کبھی ممکن نہیں ہوسکا کہ سمندر کے اندر موجود دو تہوں میں کچھ تعمیر ہوا ہو لیکن جاپانی حکام نے ناممکن کو ممکن بنانے کے ارادے پر عمل کرتے ہوئے سمندر کی پہلی تہہ جو تین میٹر سمندر کے اندر ہوتی ہے اس کے نمونے لئے تاکہ اندازہ لگایا جاسکے کہ عمارت تعمیر کے دوران ہی سمندر میں دھنس نہ جائے۔ ان نمونوں کی جو رپورٹس سامنے آئیں ان کے مطابق ایئر پورٹ کی عمارت 19 سے 25 فٹ تک سمندر کے اندر دھنس سکتی تھی۔ یہ رپورٹس حوصلہ افزاء تھیں کیونکہ ماہرین جو ائیر پورٹ کی تعمیر میں حصہ لے رہے تھے ان کو پہلے سے اندازہ تھا کہ ایئر پورٹ سمندر کی گہرائی میں تو ایک نہ ایک دن ضرور اترے گا ہی لیکن پھر بھی وہ زیادہ سے زیادہ سمندر کی تہہ میں 19 فٹ تک جائے گا۔ ابتدائی رپورٹس نے ان ماہرین کے اندازے کی تصدیق کر دی تھی۔

آخر کار جنوری 1987ء میں تعمیر کا کام شروع ہوا اور تعمیر کے لئے ایک نیا طریقہ کار اختیار کیا گیا جس کے ذریعہ سمندر میں موجود تہوں کو ایک خاص حد تک مضبوطی دی جاسکتی تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ ایسے پائپوں کا استعمال کیا گیا جو سمندری زمین کے اندر سے پانی کی مقدار کو باہر نکال کر اسے مضبوط کر دے۔

جون 1989ء میں سمندری دیوار کی تعمیر مکمل ہوگئی

لیکن اب مسئلہ یہ سامنے آیا کہ مٹی سے اندر کا سارا حصہ بھرا جائے۔ مگر پھر یہ سوال اٹھتا تھا کہ اتنی کثیر مٹی کہاں سے لائی جائے۔ آخر کار تین پہاڑ کھود کر مٹی نکالی گئی اور وہ ساری اس سمندر میں ڈالی گئی اس عمل میں 80 جہاز استعمال میں لائے گئے اور مٹی ڈالتے ہوئے اس بات کا خیال رکھا گیا کہ کہاں کتنی مٹی ڈالی جائے اس کے لئے لمبائی اور چوڑائی کے نظریے کو اختیار کیا گیا ابھی یہ معاملہ چل رہا تھا کہ ایک تنازعہ شروع ہو گیا۔ کنسائی شہر کے لوگوں نے اس منصوبے کے خلاف مظاہرے کرنے شروع کر دیئے کہ یہ سب ایک ڈھکوسلے کے سوا کچھ نہیں اور پیسے کا ضیاع ہے کیونکہ ائیر پورٹ کے سمندر میں دھنسنے کا امکان ہمیشہ موجود رہے گا۔ ائیر پورٹ کی تعمیر کو روکنے کے لئے 24 بار حملے کئے گئے۔

1989ء میں رابطہ سڑکیں بنائی جانی شروع کر دی گئیں اس کے لئے 29 ستون سمندر کے اندر گاڑے گئے یہ کام ایک سال میں مکمل ہو گیا۔ ستونوں پر بنائے گئے پل کا وزن 4 ہزار ٹن تھا اور اس کی لمبائی 2 میل تھی۔ یہ پل دو حصوں پر مشتمل تھا جس کے اوپری حصے پر سڑک تھی اور نیچے ریلوے ٹریک بنایا گیا تھا۔ پل کی کل لاگت ایک بلین ڈالر تھی اور دس ہزار افراد نے اس کی تعمیر میں حصہ لیا۔ پل کی تعمیر اہم ترین کام تھا۔ اب عوام کے مظاہروں میں بھی کمی آنے لگ گئی۔ اس کے بعد صرف ائیر پورٹ کا پسنجر ٹرمینل بنانا باقی رہ گیا تھا لیکن قدرت کو شاید کچھ اور ہی منظور تھا۔ اس سے پہلے کہ پسنجر ٹرمینل کی تعمیر کا کام شروع ہوتا ایک رپورٹ سامنے آئی جس کے مطابق ائیر پورٹ کے لئے بنایا گیا مصنوعی جزیرہ 27 فٹ تک زمین کے اندر دھنس چکا تھا۔ حالانکہ ابتدائی سرکاری رپورٹ میں 19 فٹ تک کی یقین دہانی کروائی گئی تھی۔ اس صورتحال سے نمٹنے کے لئے ساڑھے گیارہ فٹ مزید مٹی سمندر کی تہہ میں ڈالی گئی۔

کنسائی ائیر پورٹ کوئی عام عمارت تو تھی نہیں کہ بنانے کے بعد بے فکر ہو جاتے۔ اس پر تو لاکھوں ٹن وزنی ہوائی جہاز اترنا اور پرواز کرنا تھے اس کو دیکھتے ہوئے رن وے کے حصے پر اسفالٹ ڈالا گیا تا کہ مٹی میں مضبوطی پیدا ہو سکے لیکن یہ عمل بھی رائیگاں جاتا نظر آ رہا تھا۔ جاپانی حکام ایک ڈولتی ہوئی کشتی پر انحصار کر رہے تھے آخر کار ایک مشہور ماہر تعمیرات کی خدمات حاصل کی گئیں تا کہ ایسا پسنجر ٹرمینل بنایا جائے جو چھوٹا بھی ہو اور بھاری بھی نہ ہو۔ ماہر تعمیرات نے صورتحال کا جائزہ لیا کہ عام زمین پر کیسے ائیر پورٹ تعمیر کیا جاتا تھا۔ معلوم ہوا کہ بڑے پراجیکٹ میں زمین کے اندر بھی عمومی گہرائی میں بنیادیں کھڑی کی جاتیں ہیں۔ کنسائی ائیر پورٹ بھی اس طرز پر بنانے کا فیصلہ کیا گیا۔ 1991ء میں پسنجر ٹرمینل پر کام شروع ہو گیا جو کہ تین سال میں مکمل ہونا تھا۔ سٹیل کے 30 ستون بنائے گئے۔ سطح زمین سے عمارت کی چھت 85 فٹ بلند تھی 200 ٹن کا ایک سٹیل کا ستون لگایا گیا اس کے علاوہ ٹرمینل کی مضبوطی کے لئے خصوصی 200 رائٹس لگائی گئیں جو برطانیہ میں تیار ہوئیں ان میں سے ایسے شیشے لگائے گئے تھے جو ٹوٹتے نہیں تھے۔ عمارت کی خوبصورتی کے لئے 90 ہزار شیشے کی ٹائلیں لگائی گئیں مگر ان تمام کوششوں اور محنت کے باوجود یہ حقیقت اپنی جگہ اٹل تھی کہ ائیر پورٹ ڈوب رہا تھا۔ ائیر پورٹ ڈوبنے کے مستقل خدشات کے باوجود جاپانی حکام اپنی کوششوں میں مصروف رہے اور ایسی عمارت تعمیر کر دی جو تعمیرات کی دنیا میں منفرد ترین حیثیت رکھتی ہے۔ عمارت کا ڈھانچہ ایسا بنایا گیا کہ اس کے ایک کنارے پر کھڑا شخص دوسرے کنارے تک با آسانی دیکھ سکتا ہے۔ عمودی طرز پر

بنائی گئی یہ عمارت فن تعمیر کا خوبصورت نمونہ ہے۔

عمارت میں ملکی و بین الاقوامی پروازوں کے لئے علیحدہ علیحدہ چارٹر مینل بنائے گئے ہیں۔ سنٹرل لفٹ کی سہولت ہے تا کہ مسافروں کو با آسانی مطلوبہ ٹرمینل پر پہنچایا جاسکتے۔ ڈیپارچر کا حصہ ایک میل لمبا ہے جو دنیا کے لمبے ترین ڈیپارچر ایریاز میں سے ایک ہے۔ لیکن اہم ترین بات یہ ہے کہ ایئر پورٹ کی عمارت سے لے کر جہاز تک ٹرین صرف 90 سیکنڈ میں پہنچا دیتی ہے یعنی جہاز پر سفر کرنے کا ٹکٹ لیں اور تیز ترین ٹرین کے سفر سے بھی لطف اندوز ہوں۔

کنسائی ایئر پورٹ کی تعمیر 1993ء میں مکمل ہونا تھی لیکن پے در پے سامنے آنے والی مشکلات کی بدولت ایک سال کی تاخیر کے بعد 24 ستمبر 1994ء کو تعمیر مکمل ہو سکی۔ تاخیر کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ عمارت میں ٹمپریچر کو کیسے کنٹرول کیا جائے۔ ایئر کنڈیشنرز کیسے لگیں کیونکہ عام طور پر ایئر کنڈیشنگ سسٹم زمین میں لگتا ہے مگر یہاں معاملہ الٹ ہے۔ ایئر کنڈیشنگ سسٹم چھت پر نصب تھا تا کہ ٹھنڈک کا زیادہ احساس ہو سکے۔ تاخیر سے ہی لیکن تعمیر مکمل ہونے پر جاپانی حکام نے سکھ کا سانس لیا اور عجوبہ روزگار عمارت کا افتتاح جاپان کے بادشاہ نے اپنے ہاتھوں سے کیا۔

عمارت مکمل ہو چکی تھی جاپانی حکام اپنے دعوے میں سرخرو ہو چکے تھے۔ لیکن ساری محنت اس وقت اکارت ہوتی نظر آئی جب افتتاح کے پندرہ ماہ بعد زلزلہ آ گیا۔ زلزلے کی شدت ریکٹر سکیل پر 7.2 تھی۔ یہ زلزلہ جاپان میں 1923ء میں آنے والے زلزلے کے بعد شدید تھا۔ یہ اتنا خطرناک تھا کہ کوبے شہر دس فٹ تک زمین میں دھنس گیا۔ پانچ ہزار اموات ہوئیں اور 25 ہزار افراد زخمی ہو گئے۔ املاک کے نقصان کا کوئی اندازہ نہیں تھا لیکن ایئر پورٹ کی خوش قسمتی دیکھئے کہ یہ کوبے شہر سے صرف 18 میل کی دوری پر تھا لیکن زلزلے کا جھٹکا سہہ گیا اس کی وجہ یہ قرار دی گئی کہ کنسائی ایئر پورٹ کی بنیادوں میں 75 فٹ چوڑے اور دو ٹن وزن کے پتھر ڈالے گئے تھے۔ عمارت کے چند شیشے ٹوٹے اور پھر سب نے دیکھا کہ وہی ایئر پورٹ جس کی تعمیر کے خلاف مظاہرے ہو رہے تھے وہ انسانی جانیں بچانے کا ذریعہ بن گیا۔ کیونکہ اسی ایئر پورٹ کے ذریعہ امدادی کاروائیاں ممکن ہوسکیں۔ ایئر پورٹ، ہسپتال، گھر اور تمام ضروریات زندگی کا محور بن گیا۔ مگر کہتے ہیں مشکل کبھی تنہا نہیں آتی۔ ابھی کوبے اور کنسائی شہر کے لوگ زلزلے کے اثرات سے سنبھل ہی رہے تھے کہ تین سال بعد 22 ستمبر 1998ء کو سمندری طوفان آ گیا جس کی رفتار 130 میل فی گھنٹہ تھی۔ کنسائی ایئر پورٹ جس کی سطح سمندر سے بلندی صرف 17 فٹ رہ گئی تھی خوش قسمتی سے طوفان بھی جھیل گیا لیکن جاپانی حکام کو احساس دلا گیا کہ حفاظتی اقدامات کے لئے مزید کچھ اور کرنا بھی ضروری ہے۔ جس پر سمندر کے ایئر پورٹ کے ارد گرد دیوار بنانے کا فیصلہ کیا گیا لیکن مسئلہ یہ تھا کہ ایئر پورٹ کو بند بھی نہیں کیا جاسکتا تھا کیونکہ ایئر پورٹ پر ہر سال ایک لاکھ ساٹھ ہزار جہاز اترتے اور روانہ ہوتے تھے جس کے لئے مزید ایک اور رن وے کی ضرورت تھی۔

ایسے میں مشکل یہ تھی کہ سمندر میں دیوار بنانے کے ساتھ ساتھ رن وے بھی ایک نیا بنایا جائے لیکن مسئلہ تھا کہ اگر ایک نئی عمارت بنائی جاتی تو دونوں کے ڈوبنے کا خطرہ تھا لیکن جاپانی حکام نے ایک بار پھر خطرات سے کھیلنے کا فیصلہ کر لیا۔ نئے ائیر پورٹ کے لئے بنایا جانے والا پہلے رن وے 15 بلین ڈالر کی لاگت سے بنا جو بجٹ سے 40 فیصد زیادہ تھا۔

نئی عمارت بنانے کے باوجود پہلے ائیر پورٹ کی عمارت ہر سال ایک فٹ نیچے ہو رہی ہے اور اندازے کے مطابق اگلے 15 سے 17 برسوں میں کنسائی ائیر پورٹ سطح سمندر کے برابر آجائے اور سمندر کی لہریں ان کے اوپر سے گزر جائیں گی۔ حالانکہ ائیر پورٹ کی عمارت نو سو کنکریٹ کے بلاک مضبوطی کے لئے بنیادوں میں لگائے گئے ہیں۔ جو سب کمپیوٹر سے منسلک ہیں۔ لطف کی بات یہ ہے کہ یہ سارے بلاک 15 انچ تک اوپر نیچے کئے جاسکتے ہیں۔ اس طرح کہا جاسکتا ہے کہ ائیر پورٹ کے 900 پاؤں ہیں جن کا وزن 30 ملین ٹن ہے۔ یہ فارمولا پہلے بھی جاپان میں مختلف جگہوں میں استعمال کیا جا چکا ہے۔ کنسائی ائیر پورٹ کی عمارت کی خاص بات یہ ہے کہ ہر شے بیک وقت اوپر نیچے کی جاسکتی ہے۔ یعنی گزرے چار سالوں میں پوری عمارت کی مختلف انداز سے اوپر نیچے ایڈجسمنٹس کی جاچکی ہے۔ ہر سال ائیر پورٹ کی سیڑھیوں میں دو مزید سیڑھیاں شامل کی جاتی ہیں تا کہ سمندر کی تہہ میں دھنسنے والی سیڑھیوں کا ازالہ ہو سکے۔ بلاشبہ کنسائی ائیر پورٹ فن تعمیر کا نمونہ اور جادوگری ہے جس کے اوپر زندگی اپنی پوری آب وتاب سے متحرک ہے تو نیچے موت کے پنجے عمارت کو آہستہ آہستہ اپنی طرف کھینچ رہے ہیں۔ دنیا کا آخری عجوبہ اپنی موت کی طرف بڑھ رہا ہے اور انسانی ذہانت اور قدرت کی حقیقتوں کے سامنے بے بس کھڑی نظر آتی ہے۔

اس ائیر پورٹ کو دو مالیاتی فائدوں کو مدنظر رکھ کر بنایا گیا تھا۔ ایک یہ کہ جاپانی معیشت ڈرامائی انداز میں 1980ء کی طرح بڑھتی جائے اور دوسرا یہ کہ یہ ائیر پورٹ ایک پہیے کی طرح ہو جس کے ذریعہ ایشیا اور دوسرے براعظموں کی ٹریفک کو ملا دیا جائے لیکن بدقسمتی سے یہ دونوں خواب پورے نہ ہو سکے۔ کنسائی ائیر پورٹ پر اب تک 15 بلین ڈالر خرچ ہو چکے ہیں جن میں 40% خرچ اس ائیر پورٹ کے ڈوبنے کے مسئلے کی وجہ سے ہوا ہے۔ یہ ائیر پورٹ اب تک قرضوں کے ڈھیروں کے نیچے دبا ہوا ہے اور اس پر ہر سال تقریباً 560 ملین ڈالرز کا سود چڑھتا ہے۔

اس ائیر پورٹ پر لینڈنگ فیس بہت زیادہ ہونے کی وجہ سے اکثر ائیر لائنز یہاں نہیں اُترتیں۔ یہ دنیا کا دوسرا مہنگا ترین ائیر پورٹ ہے۔ یہ ائیر پورٹ دراصل بزنس کلاس سیاحوں کے لئے ڈیزائن کیا گیا تھا۔ Kobe کے ائیر پورٹ کے افتتاح کے بعد کنسائی کی ترقی مزید ماند پڑ سکتی ہے باجود اس کے اس ائیر پورٹ نے لینڈنگ فیس کم کر کے ائیر لائنوں کو اپنی طرف کھینچنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ ائیر پورٹ کے ڈوبنے کی رفتار کم ہوگئی اور 2002ء میں صرف 17cm ڈوبا۔

اس ائیر پورٹ کے لئے ایک دوسرا runway بنانے کا منصوبہ بنایا گیا ہے جس کی لاگت اندازاً 15 بلین ڈالر ہوگی اور یہ منصوبہ 2007ء میں مکمل ہو کر اپنا کام شروع کر دے گا۔

✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿

Shahtaj Sugar

is equally Sweet to Sugarcane Growers, Workers, Consumers and Shareholders

Fruits of success taste even sweeter when shared.
Sugarcane growers of our area get the best value for their crops at Shahtaj.
Our workers are happy that their toil and sweat turn to sweet bonuses.
Our consumers relish the richness of our product.

Above all the Shahtaj sugar-pot is yielding even sweeter dividends to its shareholders.

SS SHAHTAJ

Shahtaj Sugar Mills Limited

Plant: Mandi Bahauddin. Phones: (0456) 501147-49. Fax: (0456) 501768
E.mail: shahtaj@polmail.com.pk
Head Office: 72/C-1 M.M.Alam Road, Gulberg-III. Lahore 54660,. Ph: (042) 5710482-84.
Email: (1) ssml@pol.com.pk (2) shahtaj@go.net.pk Fax: (042) 5711904
Regd..Office: 19. West Wharf, Karachi. Phone: (021) 200146-50. Fax: (021) 2310623
E.mail: khi-snl@shahnawazltd.com

SPECIAL THANKS TO MR. NAJEEB AHMAD QUAID ZILA MANDI BAHAUDEEN

خانساماؤں سے شکوہ

(مرسلہ: مکرم مبشر احمد ڈار صاحب)

بڑا مبارک ہوتا ہے وہ دن، جب کوئی نیا خانساماں گھر میں آئے اور اس سے بھی زیادہ مبارک وہ دن جب وہ چلا جائے۔ چونکہ ایسے مبارک دن سال میں کئی بار آتے ہیں اور تلخی کام و دہن کی آزمائش کر کے گزر جاتے ہیں، اس لئے اطمینان کا سانس لینا، بقول شاعر، صرف دو ہی موقعوں پر نصیب ہوتا ہے۔

اِک ترے آنے سے پہلے اک ترے جانے کے بعد

عام طور سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ بدذائقہ کھانا پکانے کا ہنر صرف تعلیمیافتہ بیگمات کو آتا ہے۔ لیکن ہم اعداد و شمار سے ثابت کر سکتے ہیں کہ پیشہ ور خانساماں اس فن میں کسی سے پیچھے نہیں۔ اسی وجہ سے پچھلے سو برس سے یہ فن کوئی ترقی نہیں کر سکا۔ ایک دن ہم نے اپنے دوست مرزا عبدالودود بیگ سے شکایتاً کہا کہ اب وہ خانساماں جو ستر قسم کے پلاؤ پکا سکتے تھے، من حیث الجماعت رفتہ رفتہ ناپید ہوتے جا رہے ہیں۔ جواب میں انہوں نے بالکل الٹی بات کہی۔

کہنے لگے "خانساماں وانساماں غائب نہیں ہو رہے، بلکہ غائب ہو رہا ہے، وہ ستر قسم کے پلاؤ کھانے والا طبقہ جو بٹلر اور خانساماں رکھتا تھا اور اڑد کی دال بھی ڈنر جیکٹ پہن کر کھاتا تھا۔ اب اس وضعدار طبقے کے افراد باورچی نوکر رکھنے کے بجائے نکاح ثانی کر لیتے ہیں۔ اس لئے کہ گیا گزرا باورچی بھی روٹی کپڑا اور تنخواہ مانگتا ہے، جبکہ منکوحہ فقط روٹی کپڑے پر ہی راضی ہو جاتی ہے۔ بلکہ اکثر و بیشتر کھانے اور پکانے کے برتن بھی ساتھ لاتی ہے۔

ہم داد کے خواہاں ہیں نہ اُف کے طالب...... کچھ تو اس اندیشے سے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ جن سے خستگی کی داد پانے کی توقع ہے وہ ہم سے بھی زیادہ خستۂ تیغ ستم نکلیں۔ اور کچھ اس ڈر سے کہ:

ہم الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

مقصد سردست ان خانساماؤں کا تعارف کرانا ہے جن کی دامے درمے خدمت کرنے کا شرف ہمیں حاصل ہو چکا ہے۔ اگر ہمارے لہجے میں کہیں تلخی جھلک آئے تو اسے تلخی کام و دہن پر محمول کرتے ہوئے، خانساماؤں کو معاف فرمائیں۔

کچھ دن ہوئے ایک مڈل فیل خانساماں ملازمت کی تلاش میں آنکلا اور آتے ہی ہمارا نام اور پیشہ پوچھا۔ پھر سابق خانساماؤں کے پتے دریافت کئے۔ نیز یہ کہ آخری خانساماں نے ملازمت کیوں چھوڑی؟ باتوں باتوں میں انہوں نے یہ عندیہ بھی لینے کی کوشش کی کہ ہم ہفتے میں کتنی دفعہ باہر مدعو ہوتے ہیں اور باورچی خانے میں چینی کے برتنوں کے ٹوٹنے کی آواز سے ہمارے اعصاب اور اخلاق پر کیا اثر مرتب ہوتا ہے۔ ایک شرط انہوں نے یہ بھی لگائی کہ اگر آپ گرمیوں کی چھٹیوں میں پہاڑ پر جائیں گے تو پہلے "عوضی مالک" پیش کرنا پڑے گا۔

کافی رودکد کے بعد ہمیں یوں محسوس ہونے لگا جیسے وہ ہم میں وہی خوبیاں تلاش کر رہے ہیں جو ہم ان میں ڈھونڈ رہے تھے۔ یہ آنکھ مچولی ختم ہوئی اور کام کے اوقات کا سوال آیا تو ہم نے کہا کہ اصولاً ہمیں محنتی آدمی پسند ہیں۔ خود بیگم صاحبہ پانچ بجے سے رات کے دس بجے تک گھر کے کام کاج میں جتی رہتی ہیں۔ کہنے لگے "صاحب! اُن کی بات چھوڑیئے۔ وہ گھر کی مالک ہیں۔ مَیں تو نوکر ہوں!۔ ساتھ ہی ساتھ انہوں نے یہ وضاحت بھی کر دی کہ برتن نہیں مانجھوں گا۔ جھاڑو نہیں دوں گا۔ ایش ٹرے صاف نہیں کروں گا۔ میز نہیں لگاؤں گا۔ دعوتوں میں ہاتھ نہیں دھلاؤں گا۔

ہم نے گھبرا کر پوچھا "پھر کیا کرو گے؟"

"یہ تو آپ بتائیے۔ کام آپ کو لینا ہے۔ میں تو تابع دار ہوں"

جب سب باتیں حسب منشاء وضرورت (ضرورت ہماری، منشاء ان کی) طے ہو گئیں تو ہم نے ڈرتے ڈرتے کہا کہ بھئی سودا سلف لانے کے لئے فی الحال کوئی علیحدہ نوکر نہیں ہے۔ اس لئے کچھ دن تمہیں سودا بھی لانا پڑے گا۔ تنخواہ طے کر لو۔

فرمایا "جناب! تنخواہ کی فکر نہ کیجئے۔ پڑھا لکھا آدمی ہوں۔ کم تنخواہ میں بھی خوش رہوں گا"۔

"پھر بھی؟"

کہنے لگے "پچھتر روپے ماہوار ہوگی۔ لیکن اگر سودا بھی مجھ کو لانا پڑا تو چالیس روپے ہوگی!"

ان کے بعد ایک ڈھنگ کا خانساماں آیا مگر بے حد ماغدار معلوم ہوتا تھا۔ ہم نے اس کا پانی اتارنے کی غرض سے پوچھا "مغلئی اور انگریزی کھانے آتے ہیں؟"

"ہر قسم کا کھانا پکا سکتا ہوں۔ حضور کا کس علاقے سے تعلق تھا؟"

ہم نے صحیح صحیح بتا دیا۔ جھوم ہی تو گئے۔ کہنے لگے "میں بھی ایک سال ادھر کاٹ چکا ہوں۔ وہاں کے باجرے کی کھچڑی کی تو دور دور دھوم ہے"

مزید جرح کی ہم میں تاب نہ تھی۔ لہذا انہوں نے اپنے آپ کو ہمارے ہاں ملازم رکھ لیا۔ دوسری دن پڈنگ بناتے ہوئے انہوں نے یہ انکشاف کیا کہ میں نے بارہ سال انگریزوں کی جوتیاں سیدھی کی ہیں، اس لئے اکڑوں بیٹھ کر چولہا نہیں جھونکوں گا۔ مجبوراً کھڑے ہو کر پکانے کا چولہا بنوایا۔

ان کے بعد جو خانساماں آیا، اس نے کہا کہ میں چپاتیاں بیٹھ کر پکاؤں گا۔ مگر برادے کی انگیٹھی پر۔ چنانچہ لوہے کی انگیٹھی بنوائی۔ تیسرے کے لئے چکنی مٹی کا چولھا بنوانا پڑا چوتھے کے مطالبے پر مٹی کے تیل سے چلنے والا چولہا خریدا۔ اور پانچواں خانساماں اتنے سارے چولہے دیکھ کر ہی بھاگ گیا۔

گزشتہ سال ہمارے حال پر رحم کھا کر ایک کرم فرمانے ایک تجربہ کار خانساماں بھیجا۔ جو ہر علاقے کے کھانے پکانا جانتا تھا۔ ہم نے کہا "بھئی اور تو سب ٹھیک ہے مگر تم سات مہینے میں دس ملازمتیں چھوڑ چکے ہو۔ یہ کیا بات ہے؟"

کہنے لگے "صاحب! آج کل وفا دار مالک کہاں ملتا ہے؟"

اگر آپ کو کوئی کھانا بے حد مرغوب ہے جو چھڑائے نہیں چھوٹتا تو تازہ واردانِ بساطِ مطبخ اس مشکل کو فوراً آسان کر دیں

گے۔ اشیائے خوردنی اور انسانی معدے کے ساتھ بھرپور تجربے کرنے کی جو آزادی باورچیوں کو حاصل ہے وہ نت نئی کیمیائی ایجادات کی ضامن ہیں۔ مثال کے طور پر ہمیں بھنڈی بہت پسند ہے لیکن دس گھنٹے قبل یہ منکشف ہوا کہ اس نباتِ تازہ کو ایک خاص درجہ حرارت پر پانی کی مقررہ مقدار میں (جس کا علم صرف ہمارے خانساماں کو ہے) میٹھی آنچ پر پکایا جائے تو اس مرکب سے دفتروں میں لفافے اور بدلگام افسروں کے منہ ہمیشہ کے لئے بند کئے جاسکتے ہیں۔

انہی حضرت نے گزشتہ جمعرات کو سارا گھر سر پر اُٹھا رکھا تھا۔ ہم نے بچی کو بھیجا کہ اس سے کہو کہ مہمان بیٹھے ہیں۔ اس وقت سل کوٹنے کی ضرورت نہیں۔ اس نے کہلا بھیجا کہ ہم ان ہی مہمانوں کی تواضع کے لئے سل پر کبابوں کا قیمہ پیس رہے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد ہم نے کباب منہ میں رکھا تو محسوس ہوا گویا چٹ پٹا ریگ مال کھا رہے ہیں اور ہمیں رہ رہ کر میر صاحب پر رشک آنے لگا کہ مصنوعی بتیسی لگائے بے خبر بیٹھے کھا رہے تھے اور ہماری طرح رکر رکرا محسوس کر کے لال پیلے نہیں ہوئے۔ صبح تک سب کو پیچش ہوگئی۔ صرف ہمیں نہیں ہوئی اور ہمیں اس لئے نہیں ہوئی کہ ہم پہلے ہی سے اس میں مبتلا تھے۔

ایسی ہی ایک اور دعوت کا ذکر ہے جس میں چند احباب اور افسران بالا دست مدعو تھے۔ نئے خانساماں نے جو قورمہ پکایا، اُس میں شوربے کا یہ عالم تھا کہ ناک پکڑ کے غوطے لگائیں تو شاید کوئی بوٹی ہاتھ آجائے۔ اِکا دکا کہیں نظر آ بھی جاتی تو کچھ اس طرح کہ:

صاف چھپتی بھی نہیں سامنے آتی بھی نہیں

اور یہ بسا غنیمت تھا کیونکہ مہمان کے منہ میں پہنچنے کے بعد، غالب کے الفاظ میں یہ کیفیت تھی کہ:

کھینچتا ہے جس قدر اتنی ہی کھنچتی جائے ہے!

دورانِ ضیافت احباب نے بکمال سنجیدگی مشورہ دیا کہ "ریفریجریٹر خرید لو۔ روز روز کی جھک جھک سے نجات مل جائے گی۔ بس ایک دن لذیذ کھانا پکوا لو، اور ہفتے بھر ٹھاٹ سے کھاؤ اور کھلاؤ۔"

قسطوں پر ریفریجریٹر خریدنے کے بعد ہمیں واقعی بڑا فرق محسوس ہوا۔ اور وہ فرق یہ ہے کہ پہلے جو بدمزہ کھانا صرف ایک ہی وقت کھاتے تھے، اب اُسے ہفتے بھر کھانا پڑتا ہے۔

ہم نے اس عذاب مسلسل کی شکایت کی تو وہی احباب تلقین فرمانے لگے کہ

"جب خرچ کیا ہے صبر بھی کر، اس میں تو یہی کچھ ہوتا ہے"

کل پھر مرزا سے اپنی گوناگوں مشکلات کا ذکر کیا تو کہنے لگے: "یہ الجھنیں آپ نے اپنے چٹورپن سے خواہ مخواہ پیدا کر رکھی ہیں۔ ورنہ سادہ غذا اور اعلیٰ خیالات سے یہ مسئلہ کبھی کا خود بخود حل ہو گیا ہوتا۔ یہی آئین قدرت ہے اور یہی آزاد تہذیب کی اساس بھی! آپ نے مولوی اسماعیل میرٹھی کا وہ پاکیزہ شعر نہیں پڑھا؟

ملے خشک روٹی جو آزاد رہ کر
تو وہ خوف ذلت کے حلوے سے بہتر

(چراغ تلے از مشتاق احمد یوسفی)

قارئین خالد سے چند گذارشات

۱- یہ آپ کا اپنا رسالہ ہے۔ اس کو خریدنا اور پڑھنا دینی و دنیاوی لحاظ سے بہت مفید ہے۔

۲- اس کی قلمی معاونت کرنا آپ کا فرض ہے تا کہ "خالد" کے معیار کو بہتر سے بہتر بنایا جاسکے۔

۳- "خالد" کیلئے ہر احمدی کوئی بھی دینی، دنیاوی، علمی اور تحقیقی تحریر بھجوا سکتا ہے۔ جو معیاری ہونے کی صورت میں ضرور شائع ہوگی۔ انشاءاللہ

۴- مضامین صفحہ کے ایک طرف لکھیں اور ایک لائن چھوڑ کر لکھیں تا کہ آسانی سے پڑھا جاسکے۔

۵- اگر کسی مضمون میں کسی کتاب وغیرہ کا اقتباس دیں تو اس کا مکمل حوالہ تحریر کرنا بہت ضروری ہے۔ مثلاً نام کتاب، صفحہ نمبر، نام مصنف، سن اشاعت، مطبع (پریس) کا نام اور ایڈیشن نمبر وغیرہ

۶- مزاحیہ ادب بھی "خالد" کے صفحات کی زینت بنتا ہے۔ اس لئے ہلکی پھلکی شگفتہ تحریر بھی بھجوا سکتے ہیں۔

۷- اگر کوئی مضمون شائع کروانا مقصود ہو تو کم از کم دو مہینے پہلے وہ مضمون ادارہ خالد کو بھجوائیں مثلاً اگر مئی کے حوالہ سے کوئی مضمون ہے تو وہ فروری میں بھجوانا ضروری ہے۔

۸- اگر بعض احباب کے مضامین / منظوم کلام وغیرہ شائع نہ ہوں تو ہمت نہ ہاریں اور میدان تحریر میں زیادہ سے زیادہ محنت کر کے آگے بڑھیں۔

۹- ادارہ ہر اس تعمیری تنقید اور رائے کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے جو "خالد" کے معیار کو بہتر بنانے کے لئے دی جاتی ہے۔ اس لئے اپنی قیمتی آراء سے نوازتے رہا کریں۔

۱۰- ایک نہایت ضروری گذارش ہے کہ آپ جو بھی خط ہمیں بھجوائیں اس میں اپنا مکمل ایڈریس ضرور تحریر فرمائیں تا کہ ادارہ کو جواب دینے میں آسانی رہے۔

۱۱- آپ بذریعہ ای۔ میل بھی مضامین monthlykhalid52@yahoo.com کے ایڈریس پر ارسال کر سکتے ہیں اور یہ وضاحت بھی نوٹ فرمالیں کہ یہ ای۔ میل ایڈریس صرف مضامین کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ اگر کسی نے اپنا نیا شمارہ جاری کروانا ہو یا خریداری کے سلسلے میں کسی وضاحت کی ضرورت ہو تو اس کے لئے براہ راست دفتر اشاعت ایوان محمود میں رابطہ فرمائیں۔

ادارہ ماہنامہ خالد
ایوان محمود، ربوہ ضلع جھنگ

ہینڈ بال

(مکرم نواز احمد چوہدری)

اس کھیل کا آغاز ۱۹۰۰ء میں یورپ میں ہوا، اور اب ۱۴۰ ممالک (I.H.F) انٹرنیشنل ہینڈ بال فیڈریشن کے رکن ہیں۔ پہلی مرتبہ یہ کھیل ۱۹۳۶ء کی اولمپک گیمز منعقدہ برلن میں بطور Out Door Sport شامل ہوا۔ جس میں ہر ٹیم ۱۱ (گیارہ) کھلاڑیوں پر مشتمل تھی۔ اس کے بعد ۱۹۷۲ء تک یہ کھیل اولمپک گیمز میں شامل نہ رہا۔ ۱۹۷۲ء میں دوبارہ اولمپک گیمز میں شامل ہوا جبکہ ہر ٹیم 7 کھلاڑیوں پر مشتمل تھی۔ خواتین کی ہینڈ بال ٹیمز ۱۹۷۶ء میں باقاعدہ طور پر اولمپک گیمز میں شامل ہوئیں۔

ہینڈ بال کے قواعد وضوابط

ہینڈ بال دراصل فٹ بال اور باسکٹ بال کی مخلوط شکل ہے۔ جس میں ۶ کھلاڑی بال کو ''فرش'' پر مارتے ہیں اور مخالف ٹیم کے گول کیپر سے بچا کر نیٹ میں مار کر سکور کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کامیاب کوشش کی صورت میں ایک پوائنٹ ملتا ہے۔ اچھی ٹیمز کے مابین میچز کا کل سکور ۲۰ کی دہائی میں رہتا ہے۔ ۳۰ منٹ کے دو ہاف ہوتے ہیں جن میں سے ہر ہاف میں ایک ایک Time Out کی گنجائش ہوتی ہے۔ ٹاس کے ذریعہ فیصلہ کیا جاتا ہے کہ کونسی ٹیم پہلے گیم شروع کرے گی۔ (ٹائم آؤٹ، کھلاڑیوں کا زخمی ہونا، ریفری کی مداخلت، مجوزہ وقت سے مستثنیٰ ہوتی ہے)

کھیل کا میدان

ہینڈ بال کورٹ، باسکٹ بال کورٹ سے نسبتاً بڑا ہوتا ہے۔ عمومی سائز ۲۰x۴۰ میٹر (65'7"x131'3") مقرر ہے۔ کورٹ کی لائنیں مجوزہ سائز کے مطابق ہوتی ہیں۔ سب سے اہم لائن The 6-metre line یا گول لائن ہے۔ گول کے احاطہ میں صرف گول کیپر کی اجازت ہے۔ کھلاڑی اس لائن کے اندر چھلانگ لگا کر اسی صورت میں داخل ہو سکتے ہیں جبکہ وہ بال پھینک چکے ہوں۔ The 9-Metre Line یا فری تھرو لائن Major Penalties کے واسطے لگائی جاتی ہے۔ جبکہ The 7-Metre Line پینلٹی لگانے کے لئے ہوتی ہے جو فٹ بال کی پینلٹی کے کافی مشابہ ہے۔ یہ کھیل Indoor,Outdoor,Beach Area ہر جگہ کھیلی جاسکتی ہے۔

گول پوسٹ

گول پوسٹ کی اونچائی ۲ میٹر (6'7") اور لمبائی ۳ میٹر (9'10") ہوتی ہے۔

بال

یہ بال چمڑے سے بنتی ہے اور اس کا سائز اور وزن کھیلنے والوں پر منحصر ہے۔ مردوں کے لئے وزن 17-15 (oz) اونس اور 24-23 عورتوں اور Juniors کے لئے 14-12 اونس، اور 22-21 اونس۔

ٹیم

۷ کھلاڑیوں پر مشتمل ۲ ٹیمیں ہوتی ہیں۔ ایک کھلاڑی گول لائن کے اندر رہتا ہے۔ متبادل کھلاڑی دوران کھیل کسی بھی وقت میدان میں داخل ہو سکتے ہیں۔ بشرطیکہ پہلے کھیلنے والے (Substiute) میدان سے باہر آچکے ہوں۔

کھیل کا طریق

کھلاڑی جب تک چاہیں بال کو dribble کر سکتے ہیں۔ ہر تین قدم کے بعد بال کو dribble کرنا ضروری ہے۔ تین سیکنڈ تک بال کو ہاتھ میں رکھ سکتے ہیں۔ اس کے بعد dribble کرنا ضروری ہے۔

جبکہ بال کو نقصان پہنچانا، مخالف کھلاڑی کے ہاتھ سے چھیننا، یا مکا مارنا منع ہے اسی طرح گیند کو گھٹنوں سے نیچے رکھنا بھی منع ہے۔

پینالٹیز

Free-throw کسی بڑی غلطی یا فاؤل کے نتیجہ میں جس جگہ foul ہوتا ہے وہاں دیا جاتا ہے۔ اگر گول لائن اور 9 میٹر لائن کے اندر فاؤل ہو تو 9 میٹر لائن کے باہر سے throw کیا جاتا ہے۔ جبکہ فاؤل لینے والی ٹیم کے تمام کھلاڑیوں کا 9 میٹر لائن سے باہر ہونا ضروری ہوتا ہے۔ Throw کے وقت مخالف کھلاڑی کم از کم تین میٹر کے فاصلہ پر ہونا چاہئیں۔

7-Metre پینالٹی شاٹ

جب ایسا foul ہو جس سے گول کرنے کا حتمی چانس کھو جائے یا جب گول کیپر گیند گول لائن کے اندر لے کر چلا جائے تو پھر ۷ میٹر لائن سے پینلٹی لگائی جاتی ہے۔ یا جب کوئی کھلاڑی گیند اپنے ہی گول کیپر کی طرف پھینک دے اور گول کیپر بھی گول لائن کے اندر ہو تب بھی یہ پینلٹی دی جاتی ہے۔ تمام کھلاڑی Free-throw کے وقت Throw-line سے باہر ہونے چاہئیں۔ کھلاڑی کے پاس وِسل کے بعد Throw کیلئے تین سیکنڈ ہوتے ہیں کوئی بھی کھلاڑی Throw لے سکتا ہے۔

Progressive Punishment

یہ وہ فاؤل ہیں جن کی سزا Penalties سے زیادہ ہوتی ہے مخالف کھلاڑی کو بلاوجہ دھکا دینا، مارنا، پکڑنا اور ٹکرانا وغیرہ۔ ایمپائر yellow-card بطور وارننگ دکھا سکتا ہے کل ٹیم کو تین وارننگز دی جاسکتی ہیں خلاف ورزی کا نتیجہ دو منٹ کی suspension، جان بوجھ کر خلاف ورزی کرنے کا اعادہ یا nonsportsman رویہ اور ناجائز substitution پر دو منٹ کی suspension جائز ہے۔

دو منٹ کی تین suspensions کے بعد red-card دکھایا جاتا ہے اور کھلاڑی کو نکال دیا جاتا ہے۔ تاہم ٹیم دو منٹ کے بعد متبادل کھلاڑی گراؤنڈ میں بھیج سکتی ہے۔ بغاوت کی صورت میں پورے میچ سے کھلاڑی محروم کیا جا سکتا ہے۔ اس صورت میں ٹیم کو باقی میچ اس کھلاڑی کے بغیر ہی کھیلنا ہو گا۔

✿✿✿✿✿

خلافت جوبلی کا روحانی پروگرام

1- ہر ماہ ایک نفلی روزہ رکھا جائے جس کے لئے ہر قصبہ، شہر یا محلّہ میں مہینہ کے آخری ہفتہ میں کوئی ایک دن مقامی طور پر مقرر کر لیا جائے۔

2- دو نفل روزانہ ادا کئے جائیں جو نماز عشاء کے بعد سے لے کر فجر سے پہلے تک یا نماز ظہر کے بعد ادا کئے جائیں۔

3- سورۃ الفاتحہ۔ (روزانہ کم از کم سات مرتبہ پڑھیں)

4- رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِيْنَ. (2:251) (روزانہ کم از کم 11 مرتبہ پڑھیں)

ترجمہ: اے ہمارے رب! ہم پر صبر نازل کر اور ہمارے قدموں کو ثبات بخش اور کافر قوم کے خلاف ہماری مدد کر۔

5- رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ. (3:9) (روزانہ کم از کم 33 مرتبہ پڑھیں)

ترجمہ: اے ہمارے رب! ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ ہونے دے بعد اس کے کہ تو ہمیں ہدایت دے چکا ہو اور ہمیں اپنی طرف سے رحمت عطا کر۔ یقیناً تو ہی ہے جو بہت عطا کرنے والا ہے۔

6- اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِيْ نُحُوْرِهِمْ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ. (روزانہ کم از کم 11 مرتبہ پڑھیں)

ترجمہ: اے اللہ ہم تجھے ان (دشمنوں) کے سینوں میں کرتے ہیں (یعنی تیرا رعب ان کے سینوں میں بھر جائے) اور ہم ان کے شر سے تیری پناہ چاہتے ہیں۔

7- اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ. (روزانہ کم از کم 33 مرتبہ پڑھیں)

ترجمہ: میں بخشش مانگتا ہوں اللہ سے جو میرا رب ہے ہر گناہ سے اور میں جھکتا ہوں اس کی طرف۔

8- سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ. اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ. (روزانہ کم از کم 33 مرتبہ پڑھیں)

ترجمہ: اللہ پاک ہے اپنی حمد کے ساتھ اللہ پاک ہے اور بہت عظمت والا ہے۔ اے اللہ رحمتیں بھیج محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل پر۔

9- مکمل درود شریف۔ (روزانہ کم از کم 33 مرتبہ پڑھیں)